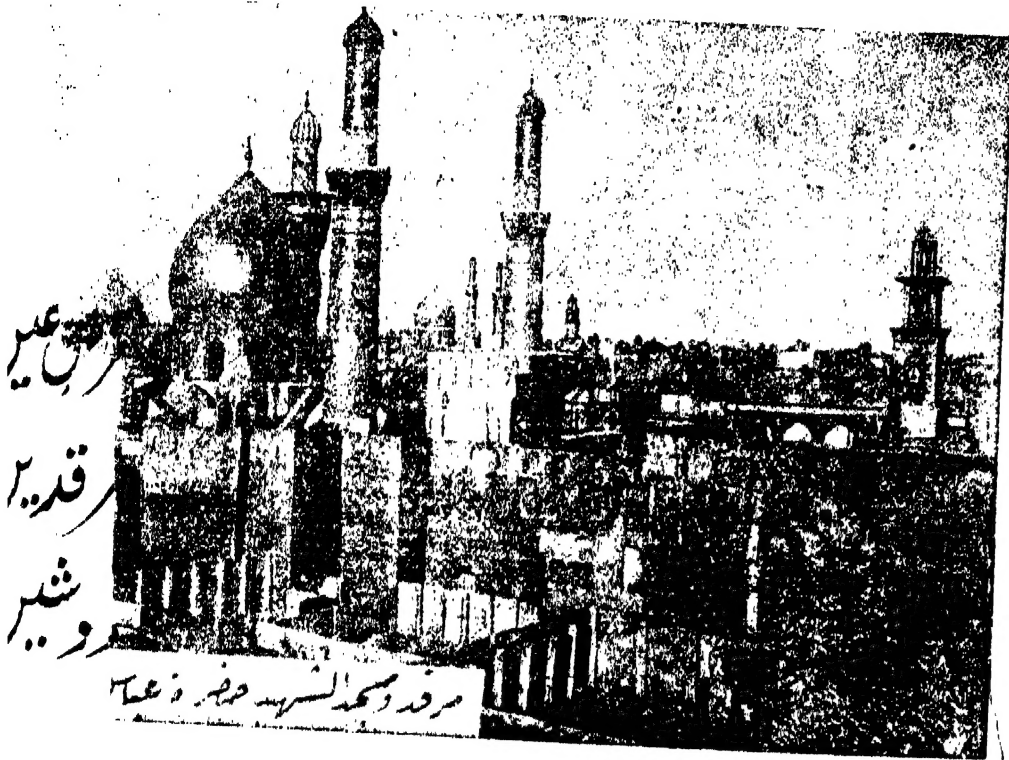




U. 7864

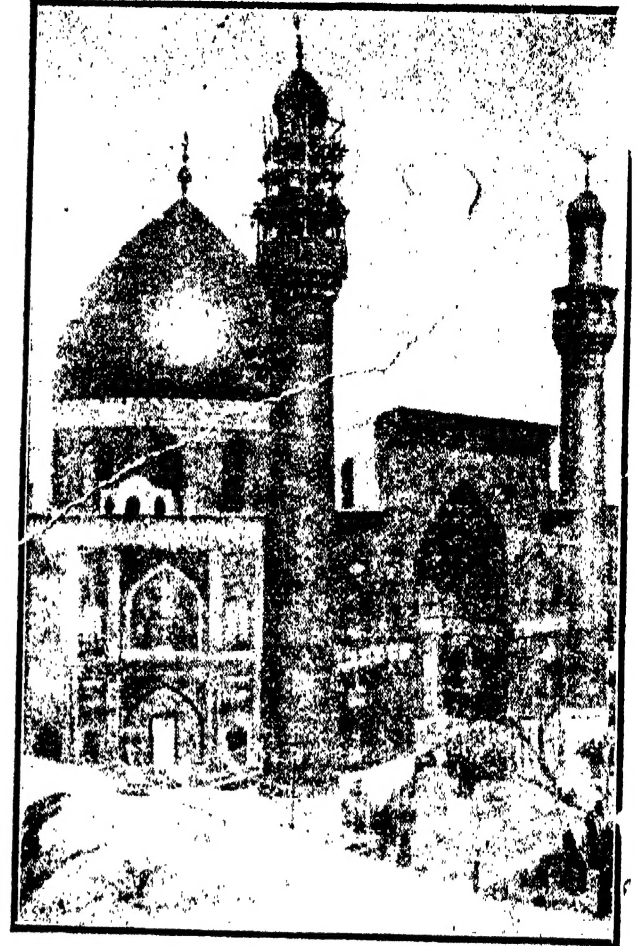




مرقد  
قدیر  
شیر

مرقد و مسجد الشہید حضرت علیؑ

روضہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کا دوز سے نظارہ



روضہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام (نجف اشرف)



جلد  
۲۶۳



کتابخانه

الامامین

میر تقوی

# حسین ابن علی علیہ السلام

(از ملا جامی رحمتہ اللہ علیہ)

ہست این سفر بمنہ عشاق فرض عین  
حقا کہ بگذرد سرم از حد مرقدین  
آں بہ کہ حیلہ جوئی گنڈ ترک شیو و شین  
از موئے مستعار چہ حاجت بزیب و زین  
رکب انجی ابن ترو حون ابن این

کردم ز دیدہ پائے سوئے مشہد حسین  
خدا مرقدش بسرم گر نہند پائے  
از قاف تا بقاف پُراست از کرا متش  
آں را کہ بر عذار بود جور مشکبارا  
کعبہ بگرد و روضہ او من کند طواف

جامی گدائے حضرت او با ش تا شود  
با راحت وصال مبتدل عذاب بین

## نہ نے عباس کو گھبرا کے پانی دیدیا

(افضل کا ایک غیر مطبوعہ نوحدہ)

ضعف پیری کی طرح زور جوانی دیدیا  
شمر یہ سمجھا کہ میں نے شر کو پانی دیدیا  
مسکرائے یوں کہ پیغام زبانی دیدیا  
ماں یہ سمجھی فوج نے اسے شر کو پانی دیدیا  
خنجر قاتل کو رنگ استغسانی دیدیا  
تیر نے ننھے گلے سے تل کے پانی دیدیا  
آنسوؤں میں ماں کو عکس نوجوانی دیدیا  
نہ نے عباس کو گھبرا کے پانی دیدیا

شہ نے اکبر سا چراغ زندگانی دیدیا  
کند خنجر دیکھ کر یوں مسکرائے شاہدین  
ابن علی صغریٰ خاموشی میں حد اضطراب  
ننھی سی میت کو لائے دشت سی یوں شاہدین  
صبر سے تکلیف ٹکرائی جو وقت ذبح شد  
موت بھی انتہائے کامیابی کی دلیل  
چلتے چلتے آیا جب اکبر کو لٹکا کا خیال  
شیر کے حملے سے کچھ اس طرح چھٹا یا اضطراب

مدح آل مصطفیٰ سے فضل یہ رتبہ ملا  
حق نے ذرا حشر کو لباس زندگانی دیدیا

# تمام عترتِ شکر کشا کو لو لیا

از علیا دختر ہر ہائیں فعت مانی بیگم صدارت متخلص عصمت دامت قباہا و ملکھا

کہ اشقیانے شہ کر بلا کو لو لیا  
علی کی تیغ نبی کی قبا کو لو لیا  
یزیدیوں نے کتاب خد کو لو لیا  
کہ آج خرمن صبر و رضا کو لو لیا  
بہار گلشن خیر النیا کو لو لیا  
کسی نے دختر مشکل کشا کو لو لیا  
کہ نقش صورت خیر الورا کو لو لیا  
علی کو لوٹ لیا مصطفیٰ کو لو لیا

تمام دولت دین خدا کو لو لیا  
پڑی ہو عرش پہ بلبل کہ آج امی نے  
حسن حسین سٹھو اوراق مصحف ناطق  
سر حسین جدا کر کے شمر کہنے لگا  
مثالی دیموم آئے رہنماں عرب  
کسی نے بانوے سبکیں کی بالیاں چینیں  
حسین لاشہ اکبر پہ روئے یہ کہہ کر  
شگمروں نے جو لوٹا حسین کا خیمہ

بیان ظلم و جفا اور کیا کروں عصمت  
تمام عترتِ مشکل کشا کو لو لیا

# ابو الفضل العباس علیہ السلام کی مدح میں حضرت ذآخر کی ایک رباعی

(انرٹیس لاد بار مولانا ہدف اجتہادی)

تھی لیکن آپ نے تاریخی مشن کی جو پیش ہزار شعر ہو جانے پر بھی ابھی ناتمام ہے اور باوجود اس کے اپنی نظیر نہیں رکھتی، مرثیہ اردو کی ایک مکمل صنف تھا جس پر کسی مزید اضافہ کی گنجائش نہ تھی لیکن آپ کی طبع رسا اور نگاہ نکتہ بین نے اس میں بھی ترقی کے راستے نکال لئے۔ ساتی نامہ میں تاریخی واقعات بیان کرنا اور حزن و ملال کے واقعی پہلو نکالنا یا قصیدہ کی گریز کی طرح سلسلہ کلام میں یوں ساتی نامہ شروع کر دینا جیسے بات میں بات پیدا ہو جائے خاص آپ ہی کی ایجاد ہے۔

لکھنؤ میں رجب کا مہینہ مرثیہ گو شعرا کی کسوٹی ہے اس مہینہ میں پڑھنے کے لئے تمام مرثیہ کہنے والے ہر سال نیا مرثیہ کہتے ہیں اور اپنی اپنی مخصوص تاریخ میں لکھنؤ کی سخی نغم چلک کے سامنے پڑھ کے تراجم تحریر کر دیتے ہیں اس مرثیہ خوانی کی تہذیب یہ ہے کہ پہلے شاعر دو تین رباعیاں پڑھتا ہے پھر ایک سلام اس کے بعد مرثیہ شروع کرتا ہے اور یہ سب کیا ہوا ہوتا ہے کہ رجب کا مہینہ بھی ہر سال ماہ رجب میں پڑھنے کے لئے رباعیاں سلام اور مرثیہ لکھا کرتے تھے، اور اکثر سال اس امتحان گاہ ادب میں آپ ہی کے سرسہارا رہتا تھا۔ آپ کے پڑھنے کی تاریخ ۲۹ رجب تھی جس کے لئے مارچ الاول سے مرثیہ کہنا شروع کرتے تھے اور ماہ رجب کی ابتدا میں ختم کر دیتے تھے۔ سلام و رباعی ہمیشہ مرثیہ کے بعد لکھا کرتے تھے۔

۱۳۴۲ھ میں جولاہا اب مرثیہ آپ نے پڑھا وہ حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کے حال میں تھا اس مرثیہ سے پہلے پڑھنے کے لئے سلام اور رباعیاں بھی مرثیہ کی مناسبت سے حضرت عباس کے مقلد کی تھیں۔ انھیں رباعیوں میں ایک رباعی یہ بھی تھی

(ذخو) ہم بازوئے شہ کی جو فنا کہہ دینگے، زینت وہ ہزم شہ کہہ دینگے  
عباس کو ہم صورت سید نہ کہو دشن لینگے، نصیری تو خدا کہہ دینگے  
شاعر کو حضرت عباس کی شان میں رباعی کہنا تھی وہ جانتا تھا کہ عباس

نواب آصف الدولہ بہادر کے زمانہ میں خاندان اجتہاد کی بنیاد پڑی اور اس شجرہ طیبہ کے بار آور ہوتے ہی ایک ادبی شاخ بھی پھوٹی جو پھیلتے پھیلتے اتنی بڑھ گئی کہ ایک نکل ادب کی جاسکے اس لئے خاندان اجتہاد کی بھی دوستی جیشتی ہو گئی ایک علمی دوسری ادبی اور یہ ادبی شاخ بھی برابر علمی شاخ کے ساتھ اتنے برگ و ٹمر لائی جتنے کسی خاندان کو ایک ادبی خاندان کے جانے کا مستحق بنا سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل اجتہادی شعرا سلم الثروت استاد مانے گئے۔  
جناب سید محمد جعفر صاحب اُمید۔۔۔۔۔ جناب سید ہمدی حسین صاحب ماہر، جناب سید محمد مصطفیٰ صاحب خورشید، جناب سید صادق حسین صاحب، جناب سید صفر حسین صاحب فاخر، جناب سید محمد کاظم صاحب جاوید، جناب سید ساجد حسین صاحب فہیم، دجل ہند جناب سید فرزند حسین صاحب ذآخر مرحوم۔

ان ہاندہ نے اصناف شاعری میں سے غزل، رباعی، سلام اور مرثیہ کو اپنا مشغلہ سخی رکھا اور اس میں ایسے ایسے جو ہر دکھاے کہ لکھنؤ ایسی نکتہ رسی سخی نغم اور معیاری سرزمین پر اپنا سک ٹھادیا اور پروفیسر شادان بلگرامی مدظلہ ایسے نقاد کو کہنا پڑا کہ میر انیس کے بعد جناب ماہر سامرثیہ گو ہونا مشکل ہے۔

جناب ذآخر انھیں ماہر کے سلسلہ جانشینی میں وہ بلند پایا استاد ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے سابقین سے چند قدم بڑھا کر رکھے اور انہوں نے جو صنف شاعری کی نظر انداز کر دی تھیں آپ نے ان پر بھی جو ہر طبع دکھائے۔

مثلاً قصیدہ اردو شاعری کے اس دور میں تقریباً ختم ہو گیا تھا لیکن آپ نے اس کا پھر سے احیا کیا، نوحہ اردو شاعری میں ناقابل توجہ سمجھا جاتا لیکن آپ نے اسے شاعرانہ خوبیوں سے ایسا مالا مال کیا کہ مستقل صنف بنا دیا، شہنوی اردو میں تقریباً عشق و عاشقی تک محدود

# یہ گل تھا باغِ نبی کا بہا قابل

از سید بن حسین صاحب ماہر لکھنوی

خلف حضرت شاعر لکھنوی مدظلہ

کوئی جگہ ہر دل بقرار کے قابل  
زمین ڈھونڈتے ہیں شہِ مزار کے قابل  
جہاں میں رہتے جو صغر تو مرتضیٰ ہوتے

یہ گل تھا باغِ نبی کا بہا کے قابل  
تمام لشکرِ اعدا کی بن گئیں قبریں  
مگر نہ میتِ شہِ سخی مزار کے قابل

خیف حضرت عابد ہیں رحم کر لے شمر  
گراں یہ طوق نہیں جسمِ زار کے قابل  
رباب کہتی تھیں لوٹا ہے اس طرح ہم کو  
رہی نہ کوئی بھی چادر مزار کے قابل

یہ رُو کے کہتے تھے سرورِ مرگے اکبر  
جہاں کارِ رنگ نہیں اب بہار کے قابل  
کہا حسین نے برباد کر گئے اکبر  
یہ شمعِ حسن تھی میسر مزار کے قابل

پسر کے بعد یہ نیرنگیاں زمانے کی  
ضعیف ماں ہو غمِ انتظار کے قابل  
علیٰ ہر ایک سے فضل جہاں میں ہو ماہر  
نہیں فضائلِ حیدر شمار کے قابل

وفا دار بھائی ہونے کے لحاظ سے حسین کے قوتِ بازو بلکہ بازو تھے۔ اسی طرح جس طرح کہ حضرت علیؑ انحضرت کے باوفا بھائی اور دستِ راست تھے۔ حضرت عباسؑ کر بلا کے تمام شہیدوں سے زائد و فادار و بلند مرتبہ ہونے کے لحاظ سے انکی بزمِ کزینت بھی تھے جس طرح حضرت علیؑ زمانہ رسول کے شہدا میں سب سے بڑھ کے باوفا اور بلند مرتبہ تھے۔ شاعر یہ بھی جانتا تھا کہ پہلی صدی کے نصفِ اخیر میں حضرت عباسؑ کی شہادت کا اسی طرح کوئی نظیر نہ تھا جس طرح نصفِ اول میں حضرت علیؑ کی بہادری کا مثل نہ تھا۔ اتنی مشابہتوں کے بعد شاعر کے دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت عباسؑ عقلی لحاظ سے اپنے پدر بزرگوار حضرت علیؑ سے صورت میں بھی مشابہ ہو سکتے ہیں اور جب ان تمام مشابہتوں کے ساتھ صورت کی مشابہت کا اعلان ہو گا تو جس طرح "نصیر" اور "سہل" کے گردہ نے حضرت علیؑ علیہ السلام کی مافوقِ بشر شخصیت سے متاثر ہو کے ان کو خدا کدیا تھا اسی طرح "نصیری" (یعنی فرقہ نصیر کے لوگ) حضرت عباسؑ کو خدا کدیں گے جواب تک "کردستان" "تستان" اور "شام" میں آباد ہیں۔

شاعر کسی تخیل کو الفاظ کا جامہ پہنانے میں ہمیشہ اس کا پابند نہیں ہوتا کہ جو کچھ کہے یا کہنا چاہتا ہو وہ واقعہ بھی ہو بلکہ کبھی ممدوح کی شخصیت کبھی ماحول اور کبھی تخیل کے امکانی اسباب کے لحاظ سے وہ واقعیت پر اکتفا کرتا ہے اور شعر کو ایسی صورت میں پیش کرتا ہے کہ سننے والے کا ذہن اس کے خیال کو تسلیم کر لے اور کم از کم وہ یہ کہہ سکے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ جنابِ ذاکر کی مذکورہ رباعی میں جہاں تک واقعیت کا تعلق ہے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ کہا ہے سب ہو سکتا ہے۔

تخیل کی اس بلندی کے ساتھ الفاظ کی مناسبت معنوں کی ندوت نے رباعی میں پارچہ اند لگا دیئے اور بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ مدحیہ رباعی نہیں ایک قصیدہ ہے جو چار مصرعوں میں سمیٹ دیا گیا ہے بلکہ اردو ادب کے بس بے مایہ خزانہ (رباعی) میں ایک ایسا ہیرا بڑھا دیا ہے جس کا مثل نظیر ملنا مشکل ہے۔

یہی سبب ہے کہ آج یہ رباعی ہر جگہ پڑھی جاتی ہے اور کہیں تو پڑھنے والے اور سننے والے دونوں نہیں جانتے کہ یہ رباعی کس کی کہی ہوئی ہے اور کہیں پڑھنے والے اپنی بنا کے پڑھتے ہیں اور سننے والے اسی کی رباعی سمجھ کے تعریف کرتے ہیں۔

میری رائے میں مقبول ترین شعر ہے بھی وہی جس کے کہنے والے کو لوگ بہت جانتے اور پڑھنے والے اسے اپنا بتانے لگیں۔ اس رباعی کی یہی حالت میر نے اپنی آنکھوں دیکھی اور اپنے کانوں سنی۔ ان میں سے ایک جاندار ہی شاعر تو ایسے دیدہ و دلیل تھے کہ انھوں نے لکھنؤ میں بھرے مجمع کے سامنے اسی رباعی کو اپنے نام سے پیش کر دیا اور زور و فراموش سامعین لکھنؤ وجد میں تعریف کرتے رہے۔



# نظارہ لکھنؤ

(سہفتہ وار)

جلد ۲۸ - ۲۸ جنوری و ۲۹ فروری ۱۹۷۷ء نمبر ۳۷

## ۳۷ سالہ ہجری کا پہلا چاند

وہ ۲۹ رومی الحجہ کو چاند ہو گیا۔ یہ ماہ محرم ۱۴۰۰ھ  
یعنی نئے سال کا پہلا چاند ہے۔ اقوام عالم کے مہتمم کو  
رکھتے ہوئے تودل میں چاہتا تھا کہ پہلی محرم اسلامی  
سال کا پہلا دن ہے اس لئے شادیانے بجائے جاتے  
و جس طرح دنیا کی قومیں اپنے سال کے پہلے دن میں  
خوشیاں کرتی ہیں ہم بھی یوں کی مسکراہٹ  
سے پہلے چاند کا استقبال کرتے۔ مگر نہیں منہسی  
اور خوشی تو دوسری چیز ہے کل کا چاند اپنے چہرے  
میں وہ مناظر لے ہوئے تھا کہ جذبہ مسرت نے  
مجز بہ غم کا لباس پہنا۔ چاند کو دیکھتے ہی آنسوؤں  
کی بارش شروع ہو گئی۔ اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ  
اس چاند کی مبارکباد قبول کیجئے بلکہ یہ دعا کر سکتے  
ہیں کہ خدا آپ کو ہمیشہ صحت نام حسین بچھانا اور  
ان کے غم سے آنکھوں کو کم کرنا نصیب کرے۔ یہ وہ  
ہے کہ فطرت اسلامی حسینؑ کی عزاداری کے لئے  
مجبور ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو اسلام کے اصول میں  
جذبہ اخوت و اخلاق و ہمدردی سب کچھ ختم ہو جاتا  
ہمارے خیال میں تو نہ کسی مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے  
کہ وہ شیعہ نہیں ہے اور نہ کسی ہندو عیسائی یا  
پارسی کو اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ حسین صرف  
فیعوں کے امام ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ حسینؑ دنیائے  
انسانیت کے مہتمم اور رہبر عظیم ہیں۔ دنیا کی تاریخیں  
انگشت بریں ہیں کہ حسینؑ ایسا بہادر و حسینؑ ایسا  
مظلوم اور حسینؑ ایسا اپنے فرائض کو محسوس کرنے والا  
کوئی نہیں پیدا ہوا۔ لطف تو یہ کہ واقعہ حسینیؑ جو کہ صفات  
عالم کا پہلا اور پہلی نوعیت کا آخری و ختم ہے  
اس لئے واقعہ کربلا سے قبل پیدا ہو کر ختم ہوجانے

کس ۲۹ رومی الحجہ کو چاند ہو گیا۔ یہ ماہ محرم ۱۴۰۰ھ  
یعنی نئے سال کا پہلا چاند ہے۔ اقوام عالم کے مہتمم کو  
رکھتے ہوئے تودل میں چاہتا تھا کہ پہلی محرم اسلامی  
سال کا پہلا دن ہے اس لئے شادیانے بجائے جاتے  
و جس طرح دنیا کی قومیں اپنے سال کے پہلے دن میں  
خوشیاں کرتی ہیں ہم بھی یوں کی مسکراہٹ  
سے پہلے چاند کا استقبال کرتے۔ مگر نہیں منہسی  
اور خوشی تو دوسری چیز ہے کل کا چاند اپنے چہرے  
میں وہ مناظر لے ہوئے تھا کہ جذبہ مسرت نے  
مجز بہ غم کا لباس پہنا۔ چاند کو دیکھتے ہی آنسوؤں  
کی بارش شروع ہو گئی۔ اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ  
اس چاند کی مبارکباد قبول کیجئے بلکہ یہ دعا کر سکتے  
ہیں کہ خدا آپ کو ہمیشہ صحت نام حسین بچھانا اور  
ان کے غم سے آنکھوں کو کم کرنا نصیب کرے۔ یہ وہ  
ہے کہ فطرت اسلامی حسینؑ کی عزاداری کے لئے  
مجبور ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو اسلام کے اصول میں  
جذبہ اخوت و اخلاق و ہمدردی سب کچھ ختم ہو جاتا  
ہمارے خیال میں تو نہ کسی مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے  
کہ وہ شیعہ نہیں ہے اور نہ کسی ہندو عیسائی یا  
پارسی کو اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ حسین صرف  
فیعوں کے امام ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ حسینؑ دنیائے  
انسانیت کے مہتمم اور رہبر عظیم ہیں۔ دنیا کی تاریخیں  
انگشت بریں ہیں کہ حسینؑ ایسا بہادر و حسینؑ ایسا  
مظلوم اور حسینؑ ایسا اپنے فرائض کو محسوس کرنے والا  
کوئی نہیں پیدا ہوا۔ لطف تو یہ کہ واقعہ حسینیؑ جو کہ صفات  
عالم کا پہلا اور پہلی نوعیت کا آخری و ختم ہے  
اس لئے واقعہ کربلا سے قبل پیدا ہو کر ختم ہوجانے

والے انسانوں نے بھی کربلا کے واقعہ سے سبق حاصل کیے  
اور کربلا کے واقعہ ہالہ کے بعد آنے والوں نے بھی سبق لے  
اور لیتے رہتے ہیں۔  
حسینؑ نے نفاذ ہمارا اور فاتح کے معنی بار بار انا  
نہیں رکھتے بلکہ مرجا کر لکھے ہیں۔ انھوں نے عملی طور سے

ہلال عسکرم ساتھ

# شفق کربلا

جناب فخرہ بکھیجہ۔ "بیکھیجہ" حضرت فضیل کھنوی

جدید اور لاجوابیوں کا مجموعہ

جس کو انتہائی محنت اور جانفشانی کے ساتھ مرتب کیا گیا،  
نوحہ جات نہایت پرورد اور مکی ہیں، باوجود اسکے بھی سلامت  
زبان، بندش الفاظ۔ اور دکا ناظر کھا ہے جو قابل داد ہے  
مجھے یہ کہ یہ کلام فتورات ہی کو نہیں بلکہ ہر عزا و ادب حسینؑ کے پسند ہوگا  
قیست بھی لمحاظ گرائی کاغذ زیادہ نہیں صرف ۲۲

(چین آئے ۳۳ کے نمک بھیج کر جلد از جلد طلب فرمائیے)

باجنس ہذا کے علاوہ اور دیگر جدید نوحہ جات بھی ملے ہیں کافی موجود

سید نجم الحسن نقوی تاجر کتب چوک بازار لکھنؤ

جایا ہے کہ سینوں میں گھٹ کر مکھنے والی سانسیں اوروں  
کی رگوں میں گھوم کر اور آنکھوں سے لہو ہر برتن والے ہنگ  
ہی آزادی کے پرچم لہا سکتے ہیں۔ اور جب انسانیت آخری  
ہچکیاں لے رہی ہو تو یہی دوائیں زندگی کو بحال کر سکتی ہیں۔  
ہیں اس وقت۔ بتانا ہے کہ حسینؑ امن عالم چاہنے تھے  
اور وہ خونریزیوں کو صفحات عالم سے مٹانے کے لئے کربلا تیار  
آئے تھے انھوں نے بتا دیا کہ ہم خود تو نہیں رہیں گے  
لیکن قیامت تک آنے والی سانسیں مظلوم اور ظالم کا فرق  
محسوس کر سکیں گی۔ بہر طور اسلام کے تمام فرقوں کو چاہیے  
کہ اپنے نبی کے نواسے کا غم منائیں اور اتحاد اسلامی کو اپنا  
پہلا فرض سمجھیں۔ کیونکہ مقاصد حسینیؑ میں یہ مقصد بہت  
اہمیت رکھتا تھا۔

ابوالفضل العباس نمبر

خدا کا شکر ہے کہ ہم آج دوستداران عباسؑ کی خدمت  
میں ابوالفضل العباس نمبر روانہ کر رہے ہیں۔ بہن اعتراف  
ہے کہ بیسیا دل پاہتا تھا ویسا یہ نہ نکال سکے۔  
مگر کچھ بھی بقیہ محنت کر سکتے تھے اتنی کی۔ کاغذ اور  
اشیا رطابت کی گرائی ہر قدم پر خیالات کی تسلیل  
میں حائل ہوتی تھی اور حضرت ابوالفضل العباسؑ  
کی عبادت و نفوت سہما دیتی تھی۔ ہمیں ان سہارا  
توم کی ہمدردیوں کو فراموش نہ کرنا چاہئے بھولنے  
ہماری تہیں بڑھائیں جس میں خاں بہادر اور  
فخر ملت نواب سید ممدی حسن صاحب بنوی جناب  
پیش باقر مرزا صاحب جناب پرنس ممتاز فقیر محمد  
صفدر علیخان صاحب آنریری مجسٹریٹ و جناب  
نواب رضا علیخان صاحب متولیاں وقف حسین آباد  
و شہدائے حق اور جناب پرنس میرزا علی محمد میرزا صاحب  
پرنس اسٹیشن سید متولی صاحب و خیرل سکریٹری  
اردو، اکیس رائل فیلڈ کے اسماء گرامی خاص  
طورت قابل ذکر ہیں۔ ان کی قومی ہمدردیوں کا  
شارعہ تو ہم ادا کرتے ہیں لیکن اجراء وصلہ خود بخود  
عباس علیہ السلام عطا فرمائیں گے۔  
اسکے علاوہ خیریلان و معاونین مضمون نگار  
کا جی ولی شاعر جنہوں نے اس نمبر کی پیشکش  
مدد فرمائی۔ اس نمبر کے نمبر کی ترتیب وغیرہ میں  
جو کسی رہ گئی ہو اس کی ہم معافی خواہ جناب عباسؑ

ابوالفضل العباس نمبر کا شمار ہے۔ ابوالفضل العباس نمبر کا شمار ہے۔ ابوالفضل العباس نمبر کا شمار ہے۔

# عبدالرحمن کی اہمیت

نوشہ مالخیزاب حکیم سید مجاہد حسین صاحب مدرس گورنمنٹ جین آباد  
(ہائی اسکول لکھنؤ)

کہنے کو تو دنیا والے ہی کہتے ہیں کہ جنگ جبری چیز ہے اور جنگ سے بچنا ہی اچھا ہے مگر تاریخ عالم کے صفحات ابتداء سے آفرینش سے اب تک یہی ثابت کرتے ہیں کہ جنگ معاشرت انسانی کا ایک جزو لا ینفک ہے۔ اس امر کا فیصلہ کرنا کہ جنگ مفید ہے یا مضر دشوار ہے اور جنگ کے خیال کو دنیا سے مٹا دینا سبب حاصل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اب یہ فیصلہ کرنا کہ جنگ کب مفید ہے اور کب مضر اس مسئلہ کا حل بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ جب جنگ دنیوی اغراض نام و نمود حصول زر وغیرہ کی وجہ سے کی جائے تو مذموم ہے لیکن اگر دنیا سے عنصر مضر اور افعال مضر رساں کے مٹانے کے لئے ہو تو یقیناً ناکدہ رساں سمجھی جائے گی۔ میرے مذکورہ بیان کو ایک مثال اچھی طرح واضح کر سکتی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ انسان کے جسم کے تمام اعضاء ہی ضروری ہیں اور کسی ایک عضو کو کبھی کاٹ دینا یا اس کو ناقص کر دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر جسم انسانی کا کوئی حصہ کسی زہریلے مادہ کے بدولت مری گیا ہو اور ڈاکٹر کے نزدیک اس حصہ جسم کا اثر اعضاء صحیح تک پہنچ رہا ہو تو بیشک اس مادہ کو عضو کا قلع کر دینا ہی مناسب ہوتا ہے۔ یہی صورت جنگ کی ہے کہ کسی جنگ کی غرض۔ شرک۔ اسما۔ بدکاریاں۔ بد انخایاں (جو انسانوں کو تباہ و برباد کرنے کا سبب ہو کر رہتی ہیں) وغیرہ کو مٹا دینا ہے تو جنگ یقیناً مفید ہے۔

ہم کو تاریخ عالم ہی بتاتی ہے کہ شاہان عالم اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے اور اپنے نام و نمود اور شہرت کے حصول کے لئے انسانی خون کو ہمیشہ بہاتے رہے ہیں۔ بہت کم ایسی لڑائیاں لڑی گئی ہوں گی جن کی غرض اصلاح ملک و قوم یا مفاد انسانی ہو۔

دنیا کی تاریخ جنگ میں پیغمبر اسلام نے جو مفاد انسانی پیش کر کے نمونہ قائم کر دیا ہے وہ اپنے فوائد کے لحاظ سے بے انتہا مفید اور اصلاح کرنے والا غونہ ہے۔

پیغمبر اسلام نے جنگ میں آنے سے بیشتر اپنے حرکات و سکنات و اقوال سے دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ وہ جنگ کو پسند نہیں فرماتے تھے ہی وجہی کہ آپ نے اپنے وطن مالوت کو صرف دشمنوں کے ستانے کی بدولت ترک کر کے صوبات غربت کو برداشت کیا اور ہجرت فرمائی۔ اگر اس موقع پر یہ کہا جائے کہ رسول بے یار و مددگار کرتے بھی کیا کرتے ان کو چلا جانا ہی مفید تھا تو یہ بہت سی وجوہ سے غلط ہے۔ پہلے تو عرب کے بہترین

قبیلہ کے سرداران کی نسل سے تھے اور وہ سرداران قبائل آپ کے حامی تھے۔ دوسرے حضرت خدیجہ کا لا تعداد اور بے حدود و ملت پر ۲۵ سال کی عمر میں متصرف ہو چکے تھے جو ان کا جوش۔ دولت فراوانی کا حاصل ہو جاتا۔ یہ دو چیزیں ایسی تھیں کہ اگر رسول چاہتے تو عرب کے ہماروں کو اپنا کر لیتے اور اپنی جماعت کو دس بارہ برس میں اپنا ہم خیال بنا کے جنگ شروع کرتے اور پہلے ہی حملہ میں کم از کم کہ پر قابض ہو جاتے اور کہہ کے قبائل کے سردار تسلیم کر لے جاتے۔ بخلاف اس کے تاریخ یہ بتاتی ہے کہ رسول نے حضرت خدیجہ کی دولت کو راہ خدا میں بے دریغ تقسیم کر دیا اور اپنی جماعت سازی کا ذکر بھی کسی سے نہیں کیا اور نہ اس کا خیال ہی آپ کو آیا۔ آج بھی (اگرچہ بقول دنیا والوں کے دنیا مند ہو چکی ہے) دولت ہی کو ہر ایک حکومت اپنا آلہ کار بنا کر جماعت سازی میں کامیاب ہوتی ہے۔ یہ جماعت سازی اور ایک لشکر کا فراہم کر لینا رسول کو بہت ہی آسان تھا۔ کیونکہ (۱) آپ بہترین قبیلہ میں سے تھے۔ (۲) حمان تھے (۳) قوم میں نیک نام اور صادق اور امین مشہور تھے (۴) ۲۵ سال کی عمر میں دولت کثیر کے مالک تھے (۵) سرداران قوم و قبیلہ یعنی بنی ہاشم آپ کے حامی و مددگار تھے۔

کیا متذکرہ بالا اسباب کی موجودگی میں اور عرب جیسے مفلس ملک میں پیغمبر اسلام کا ایک جماعت فراہم کر لینا اور کہہ پر قابض ہو جانا نہایت ہی آسان امر تھا۔ مگر چونکہ رسول کو فطری طریقہ پر جنگ پسند نہ تھی اور وہ اپنے ملک و قوم کے افراد کے خون کو بہا کر اپنا اقتدار حاصل کر لینا پسند نہیں فرماتے تھے بس یہی وجہ تھی جن کی وجہ سے آپ نے مکہ کی دولت کو اپنا کئے وطن پر تقسیم کر دیا لیکن پھر بھی مجبوراً وطن چھوڑنا گوارا کیا۔

پیغمبر اسلام کو ہجرت کے بعد اور انصار مدینہ کی حمایت میں آجانے کے بعد ملحق ہو جانا چاہیے تھا مگر کفار مکہ ایک حصار لشکر کے گردینہ والوں پر حیرانہ دورے اور صرف ایک بار بھی ایسا نہیں کیا بلکہ کئی سال تک کفار مکہ اسی کو ششقی میں رہنے کو مجبور کر کے کسی طرح قتل کر ڈالیں۔

جب پیغمبر اسلام نے دیکھا کہ وطن سے نکل جانے کے بعد بھی اہل وطن میرے اور میرے حمایت کرنے والوں کے بانی دشمن ہو گئے ہیں تو آپ نے مجبوراً جنگ کرنا گوارا کیا اور ہر جنگ میں مدافعا انداز سے جنگ فرمائی۔ رسول کی یہ جنگ بھی صرف اسی لئے تھی کہ دنیا سے عنصر مضر خود غرضی جھوٹ۔ شرک و کفر اور افعال بد کو مٹا کر آئندہ نسلوں کو امن و امان کی زندگی بسر کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور دنیا والوں کو بتا دیا جائے کہ ان کے وہ افعال جو ان کو پسند ہیں درحقیقت معاشرت انسانی کو تباہ کرنے والے اور سوسائٹی کے بدترین دشمن ہیں رسول کے خوددات نے تمام عالم پر روشن کر دیا کہ رسول کی مدافعا نہ جنگ بھی صرف نہ ہر پہلے جو انہیں کے فنا کرنے کے لئے ہی تھی۔ اسلام نے خدا ترسی۔ ہمدردی۔ اخوت وغیرہ کا سبق لا تعداد انسانوں اور ان کی نسلوں کو دیا ہے اور آج بھی مسلم اقوام بلحاظ اخوت و خدا ترسی۔ ہمدردی و ایفاء و عدا اقوام عالم سے بالاتر نظر آتی ہیں یہ سب تعلیم پیغمبر اسلام کا نتیجہ ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۴ پر ملخص ہو)

# حسینؑ کا چاند

## استاد الاساتذہ و عہل ہند حضرت ذآخرا علی الشہ مقامہ کے ایک مرثیہ کے چند بند

(ذیل میں ہم حضرت ذہل ہند ذآخرا لکھنوی کے ایک مشہور غیر مطبوعہ مرثیہ کے چند بند قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے درج کر رہے ہیں یہ بند مرثیہ کے درمیان سے نقل کئے گئے ہیں اس لئے سلسلہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ مذکورہ مرثیہ نورنگاہ حسین ابن علیؑ حضرت علی اکبر علیہ السلام کے حال میں ہے۔ ایڈیٹر)

سرمہ انکار ہی ہیں نگاہیں غبار کا  
حوریں پکارتی تھیں کرون سے بنار میں ہیں تن خاٹاٹے گانہ بادخراں زباں چل  
بید جو خوشگوار ہے بس بوستان زباں چل ہوں پھول بھی گراں تو دل باغبان زباں چل  
گلزار سے اڑتے ہیں گل تر سے ہولے  
ہیں جانور سروں میں کچھا ور لے ہوئے  
واں زلف سو گنگائی اوریاں ہوا چلی سمجھو یہ اہل عشق کہ آہ رسا چلی  
گھونڈے کے ساتھ ساتھ تیرپ کر دعا چلی دل کے آرزو سے عرش خبا چلی  
اشد سے ابج بارغ رسالت کے پھول کا  
اڑنے لگا براق شبیہ رسولؐ کا  
گیسو گھلے تو مشک ستاری فرس بنا اٹھئی جو خاک خط غبار کا سس بنا  
وجہ نزول حجت باری فرس بنا عبوب کبریا کی سوازی فرس بنا  
حبت میں پھر طاب ہوئی رہت جلیل کی  
چلنے لگیں ہوا میں پر جب سبزل کی  
آوازیں ہر قدم پہ یہ آتی تھیں باطل تو دل کچل۔ باہ کہ عشاق کی اجل  
کمد سے دیا رخس میں کس کس کا ہے دل او چلنے والے یوں نہ جانی کی چال چل  
بہل تیرپ کے حسن کی منزل تک آ گیا  
بہکا بگرت جو وہ قدم دل تک آ گیا  
ایا ہے کونسا یہ غضب ہے و غشا شک دے رہے حسن و دلیری جدا جدا  
کتا ہے عین چشم کہ آئے ہیں مرتضیٰ چہر پکارتا ہے کہ میں زبیر پہ مصطفیٰؐ  
یارب یہ کس نہال شبا عت کا پھول ہے  
سایہ اگر نہ ہو تو خدا کی رسولؐ ہے  
منج کی ضیائی لے رہے ہر ماہ تک رہتے ہیں انکھ میں میں سپید و سیاہ تک  
ہو آئے ہیں یہ طوس کی بھی خبر گاہ تک کستی ہے شان جاوینکے عرش الہ تک

جب زبیر تک آیا تحت دل بادشاہ دیں خم ہو کے بائیں ہاتھ میں باگین س کی لیں  
دلکھا سمند نے طرف اکسیر حو میں فرمایا اپنے کہ نہ ٹھنڈا بس اب کسیں  
اب ہم ہیں تو ہے فوج ستم ہے نہ غم اٹھا  
جس پر خدا ہے دور جہاں وہ قدم اٹھا  
نگا ٹھٹی اور ہر لجام بڑھا اس طرف قدم ڈھونڈھا ہوائے دشت کو زلفوں کے خم  
رن کا غبار اڑا طرف وادی ستم ذروں سے خاک خاک سے ذریعہ ہم  
اک تھاں جہاں کے رنگ کو ہمیں نہ ہو گئی  
باگوں کی خدیشوں سے ہوا تیر ہو گئی  
اک نوجوان بیچڑہ سالہ کا ہے سمند دل کی طرح جہاں کی نگاہیں ہیں دہند  
آزاد یوں کے ساتھ ہیں بیتا بیاں پسند پیدا ہو ہے طور کی بجلی سے بند بند  
عشاق کے دلوں کی طرح غیر حال ہیں  
اک آئینہ میں جلد کے لاکھوں جہاں ہیں  
سودائے عشق حسن کے آغاز میں بڑھا میدان کا انقلاب ہر انداز میں بڑھا  
سونو گداز پاؤں کی آواز میں بڑھا گھوٹا کسی کا جسدو گہ ناز میں بڑھا  
چھوٹکا قدم کو چال بتاتا ہوا چلا  
انگڑا کیاں غبار سکھاتا ہوا چلا  
عشق فرس طیب ہے آواز حسن میں ہر طواف گہر ہے نگہ رخس میں  
درد و جگر کی دھوم ہے بیا رخس میں تر جی بھی نگاہ کبھی ہے باز رخس میں  
دل اپنا اہل عشق میں رسوا کرے کوئی  
آنکھیں پکارتی ہیں کہ سو دا کرے کوئی  
جاں دینے والے رکھتے ہیں الفت سے انہماک ہوتا ہے کیا بولا لاکھ زمانہ کرے ہلاک  
خود اہل حسن و عشق میں ہیں باطنی تپاک دامن نظر کا ڈھونڈھتی ہے مرثون کی خاک  
چھپنے سے اور حسن بڑھا رہا ہوا رکا



خوشنود می کریم سے قدر آج ہوئے گی

گزشتہ سے یہ دن تورات کو معراج ہوئے گی

یہ ذکر تھا جس پر سب کا خیر و بہت دم لایا جری کو متصل شکر ستم  
کھینچتی ہوئی لہجہ کا ایسا ہوا کہ فہم وہ رن میں روک گئے کہ جہاں آؤ تھے قدم  
تکلیف آگے نسل میں وہ جنبہ ہو گئی  
کھنڈ انجیل پہ پاؤں ہوا بند ہو گئی

بول دیر روک کے گھوڑا بھڑو شاں ہے ہم سے باخبر کہ نہیں شکر گراں  
مشہور تھی جوانی یوسف جہاں جہاں اب ہے وہیں پتہ نہ کہ اکبر جہاں  
جوگی نگاہ ان پہ کبھی انتخاب کی  
اب آجکل ہے دھوم ہمارے شباب کی

آیا جری کی زد پہ اوہ شکر ستم اک باتھ اوہ طہید ہوئی تیغ برق دم  
کھنڈ اوہ حسام دلاور نے سر پہ خم یہ کر اوہ لہو نے لیا بوسہ قدم  
قسمت کی نام وادیاں تہلا کے گر پڑا  
تن نہ تھرا را ہوا رستہ لہر کے گر پڑا

خون کیا پیا کہ ذالقتہ تیغی بڑھ گیا لب چاٹنے الگی یہ سو سے ملا مرا  
اول کا مانگا دوسرے ظالم سے خون بہا گردن ٹھیکائی اس نے کیا اس نے سر جدا  
دو قتل ہوئے تو سپہ نہیر ہو گئی  
اب تو حسام حلقہ دم شیر ہو گئی

دی دشمنوں کو تن کے صدر غنیمت بڑھ آؤ مل کا مزاج پوچھے گا بڑھ کر ہیکر کا بھاؤ  
یاں کی کمی سے حشر کا بڑھ جائیگا بھاؤ ڈوبے گی جا کے قعر جہنم میں کی ناؤ  
قدیر نے کے جائے گی سستی میں صبح سے  
کشتی پہ بیٹھ جائے گی شعلوں کی مچ سے

بس میں خدا کا نور و حریت ہے وہ جہاں جو تشنگی میں صاحبِ مہم ہے وہ جہاں  
مکمل رگ میں جسکے خونِ نبوت ہے وہ جہاں جو ورثہ دار زور و مامت ہے وہ جہاں  
عالم میں باوجود رخسار کے ولی کا ہے  
نورِ دل حسین ہے پوتا علیؑ کا ہے

رات غلابے کی نہیں رات کی سب شام عالم میں ہے دلیر و ہری و خجستہ خام  
ادامہ باپ امام اور چچا امام جو تھے امامِ مہبائی میں سجاد و نیک نام  
رہن و آئے رات میں جو خواہاں گور ہے  
ان پانہ دوں میں چکر اماموں کا نور ہے

غصہ میں تھا جو نورنگا و امام دین ہمارے تھے دوش پہ گیسوئے عنبریں  
آسمان تھا جہاں سب فوج اہل کیں خوں دیکھتی تھی چڑھ کے بندہ پریشیں  
اک مشر تھا اسد کی کھائی سے فوق پر  
روحیں نثار ہوتی تھیں بازو کے اوج پر

کھوتا ہے ہوشِ مد جوانی میں قن کارنگ دکھلا ہی تھی میخ کی سلافت پہن کارنگ  
آٹے پڑے جو نہ خم کھلا باکپن کارنگ یہ کہہ رہا تھا زلفِ شاں در شکن کارنگ  
قصہ تمام آج ہے برناؤ پیر کا

پوتا بگڑ گیا ہے جناب امیر کا  
نشر کرتے تھے جنگ علی اکبرؑ جہاں گھبرا رہے تھے رن میں جو نامی تھے پہلو  
دریا لہو کا بن گئی تھی تیغِ خوں فشاں دنیا کے پانچ بحر نہیں پانچ انگلیاں  
تکیتی کی طرح کا بیتا تھا ارشد ہاتھ کا  
بیتے ہوئے لہو کا ارادہ تھا شام تک

پونچا تھا بکے ہاتھ سے خون آستین تک تن کی طرح اڑ گئے گھوڑوں کے زینک  
کھوئے ہوئے مکاں کی طرح تھکے مکین تک آتی تھی تیغِ خود سے چکر زمین تک  
دوکر رہے تھے غنیمت سے فوجِ ذلیل کو  
ہر ضربِ ڈھونڈھتی تھی پر جبریل کو

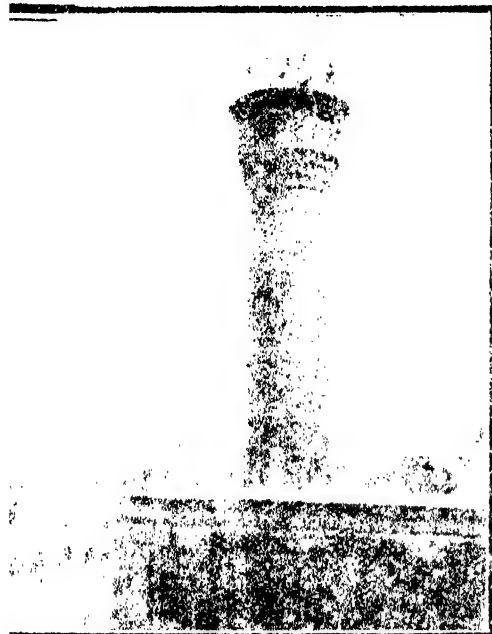
پڑ ہول و خوفناک تھا میدانِ گیر و دار گھوڑے سے اور سوار سے اونچی تھی تنگی جہاں  
پہلو بدل رہی تھی زمین گاہِ جسم زار اٹھ اٹھ کے اٹھ آدھیاں بن بیٹھے غبار  
تھی لحظہ لحظہ شکل لہی و رنگ کی  
دنیا کا انقلاب تھی گردشِ سپاہ کی

گھوڑوں کو تارِ زیانہ ہوئی تیغِ لا جواب بھاگی نہر سے سپہِ خانہ خراب  
عالم پہ ہے غبار کے اٹھتے سے انقلاب ساقی چھپا نہ گرو کے پردے سے انقلاب  
رن کی ہوئی ہے دھوپ نہاں ارشد ہاتھ کا  
نصفِ انہار دیکھتا ہے خطِ جام میں

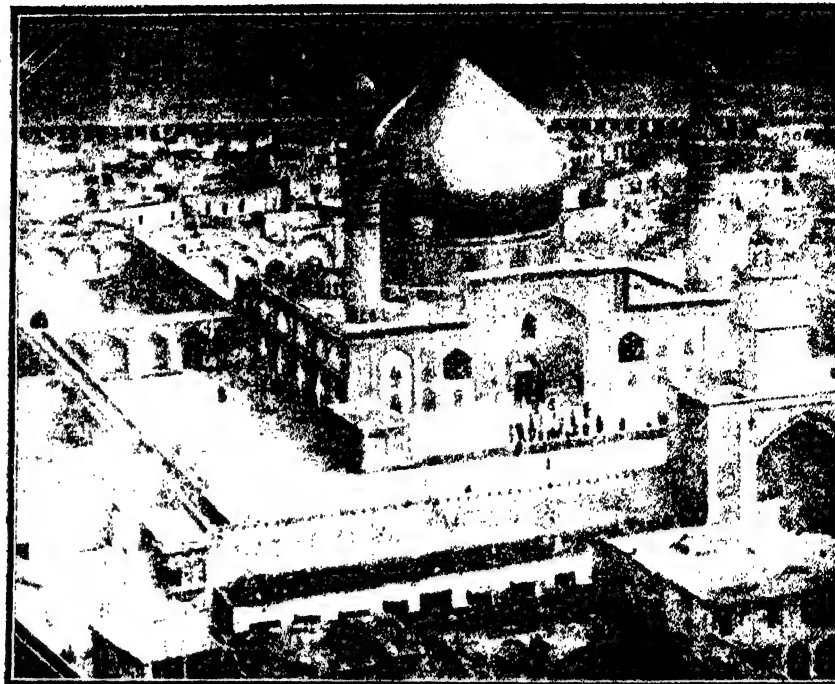
لڑنے میں طعنت بے چکیں فوجیں لفاق کا دن ختم کر چکا ہوں تڑپ کر فراق کا  
دامنِ امیہ تھام چکی اشتیاق کا ساقی بتا دے فرق حجاز و عراق کا  
دوڑی ہے کتنی وادی شمسِ غاریر سے  
اک جام مانگنا ہے جناب امیر سے

صحرا میں آہووں کی نہ تم سبت دیکھنا بالانہ دیکھنا نہ سوئے پست دیکھنا  
مرغوب جو نہی کو ہے وہ سبت دیکھنا ہاں لے جوانوں ہاں نگہ مست دیکھنا  
پیروں کو بھی شراب کے نشہ سے کام ہے  
وہ رعشہ دار ہاتھ پہ بوزد کے جام ہے

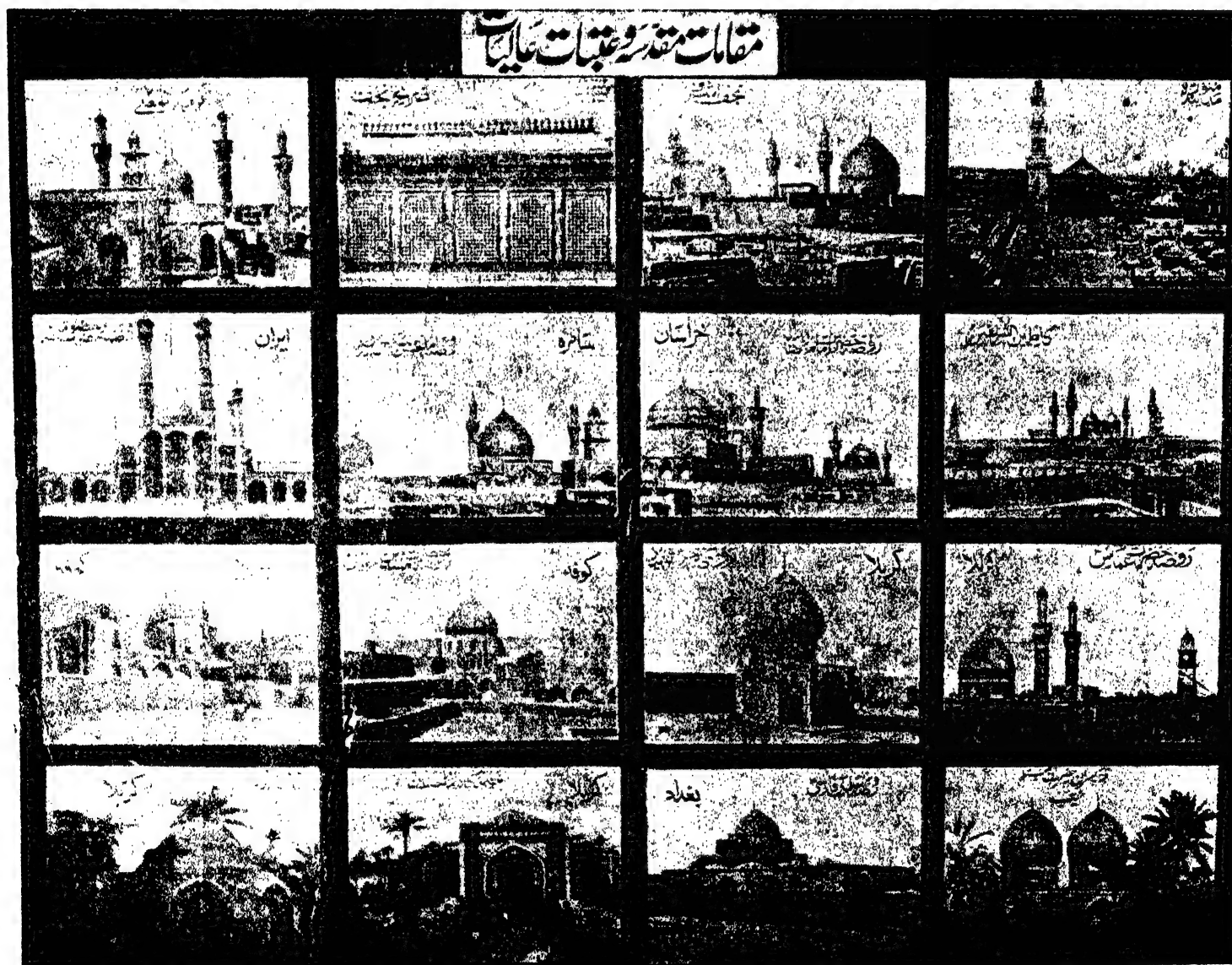
ناکارہ ہموک رہ گئی تاخیر ساقیا نو عمر کرنے پائے نہ تیر میر ساقیا  
ہم سب پہلے گئے سبقت پیر ساقیا یہ اپنا اپنا بخت یہ تقدیر ساقیا  
تھا جن کا مردہ دل وہ نہاے میں جگے  
نوحہ اس شراب کے سلمان پی گئے



مذبح کا مینی ڈرائنگ معلوم



اسکرین ( روضہ ہائے امام دہم و یاز دہم )





اتحادیت فواید سوسائٹی، ملک بہادر باغیہ (حیدرآباد)  
(جذباتی دماغ خدا کے ایسا ہی ہمدردی کا ہے اظہار جذبہ پیدا کیا ہے۔)



مسجد (نصف المہدی شریعی مہرہ) (نصف آباد ضلع بنگلور، ب۔)



جذباتی سید علی ذکری صاحب شریعی لکھنؤی۔ بی اے آف افس



نصف المہدی یعنی دروازہ امیر المومنین علی علیہ السلام جو مہرہ (نصف آباد)  
کھانہ کی سہولت، ہندوستان سے زائرین جاتے ہیں اور اپنی سہولت دیتے ہیں۔



بصرہ میں عاشور کو مانگی جاؤں

# شاہ کے غم میں مگر آنسو نہ کھلتے ہی ہے

از ڈاکٹر اسد حسن صاحب انصاری ایم۔ ڈی۔ ایچ۔ فرنگی محلی لکھنؤ

ہم اپنے دوست جناب اسد انصاری کے شکوہ گزار ہیں جنہوں نے ابو الفضل عباسؑ، نیر کلیہ حبیب  
سلام عطا فرمایا۔ موصوف اپنے اوصاف ذاتی کے علاوہ خاندانی و سیاست کے بھی مالک ہیں۔ یعنی  
مولانا عبد الباقی صاحب فرنگی محلی کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ (فضل)

شاہ کے غم میں مگر آنسو نہ کھلتے ہی ہے  
جسے گھڑی زندہ ہے ہاتھوں کو ملتے ہی ہے  
مشک گو عباسؑ ہر پہلو برتے ہی ہے  
گرتے گرتے ہمت دم عابد سنبھلتے ہی ہے  
آنکھ سے دریائے اشک غم بہتے ہی ہے  
لاکڑی کا طفل شکسپڑ چلتے ہی ہے  
دل نہ سنبھلا آنکھ سے آنسو نہ کھلتے ہی ہے  
پانسان منہ بنزل گو بہتے ہی ہے  
زہر گوا کے خوف لالہ اُکھلتے ہی ہے  
آتش کینہ سے جلنے والے جلتے ہی ہے

دن گزرتے ہی ہے عالم بدلتے ہی ہے  
یادیں بازو بریدہ بھائی کے سب بڑائی  
تیر بازی دشمنان میں کی یکساں ہی رہی  
اک طرف بہت بھئی ایک جانب تھیں وزنی بیڑیاں  
گو حرم تک ایک قطرہ بھی نہ پہونچا تین دن  
دشمن صبر اس قدر صغیر کا ہی اس بجا سخت  
جتنے دن بعد پیر عابد مدینہ میں ہے  
بیڑیاں عابد کے پاؤں کی نہ بدلیں ایک بار  
اہل بنش غم میں شہ کے آجتک ہیں شک ینہ  
اہل بیت مصطفیٰ ہی کار ہاروشن چراغ

اے اسد غالب کتنا جذبات گور کا  
کر بلا سے شہ نہ کھلے گو کے چلتے ہی ہے



# حسین آباد کی روشنی دیکھنے والوں سے یہ کس کی روشنی ہے

(از جناب سید اعظم مولانا عیسیٰ نقی صاحب)

یہ روشنی حسین کے نام کی ہے۔ آپ نے یہ نام سننا ضرور ہوگا مگر شاید آپ کو پورے طور پر معلوم ہو کہ حسین کون تھے۔ اُن کا مقصد کیا تھا؟ انھوں نے کوہِ سارِ استماعت کیا اور اسکا کیا نتیجہ ہوا۔ اچھا تو سننا ہے۔

## حسین کون تھے؟

مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ نے اپنی نبی فاطمہ کا عقد اپنے چچا زاد بھائی علی کے ساتھ کیا تھا جنھیں وہ اپنے علمِ نبیوں اور دوستوں میں سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ علی اور فاطمہ سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام حسن اور چھوٹے کا نام حسین تھا۔ حسین اپنے فانا رسول اللہ کی زندگی میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اُن کو بہت محبوب تھے۔ حسین میں اپنے نانا اور باپ کے اخلاق اور اوصاف پورے طور پر موجود تھے۔

علم، جرات، پرہیزگاری اور سخاوت میں اُن کا تمام ناکِ عرب میں شہرہ تھا اور حمدی، ایشار اور مسادات اور تمام انسانی اخلاق وہ بڑا بلند درجہ رکھتے تھے۔

## حسین کا زمانہ

حسین کا وہ زمانہ جس کی وجہ سے آج تک دنیا سے انسانیت میں اُن کی یاد تازہ ہے وہ قندِ کربلا کے نام سے مشہور ہے۔

## واقعہ کربلا کے اسباب

یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام سے پہلے عرب کی معاشی اور معاشرتی دنیا کس قدر تاریک تھی۔ وہاں مساوات انسانی کوئی چیز نہ تھی اور غلبہ و طاقت و اقتدار سب کچھ تھا۔ یہی وہ امتیازات تھے جو عربت کی بجائے دیکھے جاتے تھے۔ اسلام نے ان حدود

اور امتیازات کو مٹا کر نیا امتیاز قائم کیا کہ شخص صرف انسانی گوشت زیادہ ادا کرے وہ سب سے بہتر ہے۔ اس اصول کے ماتحت سابق کے امتیازات سب فنا ہو گئے اور تمدنی و معاشرتی حالات میں بڑی تبدیلیاں ہو گئیں۔

یہ بات وہ لوگ ہرگز گوارا نہ کر سکتے تھے جنھیں سابقہ حدود کے لحاظات امتیاز حاصل تھا چنانچہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ کے سدِ راہ ہوئے اور آپ کو اُن سے لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ ان لڑائیوں میں بنی امیہ کا سردار ابوسفیان بہت آگے آگے تھا اور مخالفت جماعت کا سرگروہ تھا۔

ان مقابلوں میں مخالفت جماعت کو شکست ہوئی اور آخر ان لوگوں کو ہتھیار ڈالنا پڑے اور پیغمبر اسلام کے سامنے گردنیں جھکا دیں مگر وہ موقع کے منتظر تھے کہ کس طرح اسلام کو نقصان پہنچائیں اور اگر اُس کو ختم نہ کر سکیں تو کم از کم اُس کے مقصد کو تبدیل کر کے اُن حدود کو مٹا دیں جو اسلام نے قائم کئے ہیں اور اُن حدود کو قائم کر دیں جو اسلام کے پہلے عرب میں قائم تھے۔ پیغمبر اسلام کی زندگی میں اُن کے اس مقصد کی تکمیل مشکل تھی مگر پیغمبر کے بعد اُن کو اپنے مقاصد کی ممانعت کی کافی توقع تھی۔

پیغمبر اسلام کے بعد اسلام میں انقلاب کے محافظ پیغمبر کے ورثہ اُن کے گھرانے والے وہ لوگ تھے جنھیں براہِ روہ اپنے کاموں میں شریک رکھتے تھے۔

ان میں سب سے آخری فرد حسین تھے اور ان میں اور اس انقلاب کی مزاحم طاقتوں میں کشمکش لازمی تھی۔

جو امیہ اسلامی انقلاب کی مزاحم جماعت تھے اور بدقسمتی سے انھیں مسلمانوں میں سیاسی اقتدار

حاصل ہو گیا تھا۔ ان کا لیڈر شام کا حاکم معاویہ تھا۔ حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں اس نے کلمہ کھلا لیا جات کر دی اور آپ کو اس سے جنگ بھی کرنا پڑی حضرت علیؑ کے بعد اس کا اقتدار اتنا بڑھا کہ حضرت حسنؑ کو کچھ شرائط کے ساتھ صلح کر کے گوشہ نشین ہو جانا پڑا۔ آپ نے اپنے شرائط کے ذریعہ سے ان لوگوں کے جارحانہ اعمال کو آئینی حیثیت سے بہت محدود بنادیا تھا مگر حضرت حسنؑ کو نہ ہر وہ کرشمہ کر دیا گیا اور شرائط صلح کی خلاف ورزی کی جانے لگی اور سیاسی اقتدار کی جرات اتنی بڑھی کہ بڑے بڑے متقی اور پارسا مسلمانوں کو بے گناہ قتل کیا جانے لگا (جیسے حضرت علیؑ اور عمرو بن الحسن وغیرہ) اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اسلام کا نظریہ روحانیت و ولایت فنا ہونے لگا اور مسلمانوں میں بھی طاقت حق ہے، کا عملی طور پر کلمہ پڑھا جانے لگا۔ حق پرستی ختم ہوئی اور آزادی ضمیر ختم ہوئی۔ یہ حالات بھر بھی برداشت کئے جانے کے قابل تھے اگر معاویہ کی جانب سے اس شرط کی مخالفت نہ ہوتی کہ اُن کے اپنے بعد کسی جانشین کے نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔

امام حسنؑ نے بڑی عاقبت اندیشی اور انجام نبی سے یہ خطرہ قرار دی تھی مگر اس شرط کی مخالفت ہوئی اور معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد کے لئے ولیعہد بنایا اور تمام عالمِ اسلامی سے اُس کی بیعت لی۔

یہ یزید بشارتِ خوار، بدکردار اور بڑا ہی ظالم تھا اور کسی حیثیت سے حکومت کے لائق نہ تھا۔

اس وقت آلِ رسول میں بزرگ مرتبہ ہستی حضرت حسینؑ کی تھی۔ آپ نے اس کو بہت شہادت کے ساتھ محسوس کیا اور اندازہ کر لیا کہ آپ پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔

کا فرسہ وار تھا اپنے غمیر کی ریاست سے فوج عمر سعد سے انگہ موکر حسین کی جانب آگیا اور آپ کی فوج میں جاں نثار کی۔

### عاشورہ کی صبح

رات کئی اور بدلتی محرم کی صبح نمودار ہوئی عمر سعد نے میدان جنگ میں اپنے دست لشکر کو مرتب کیا اور حسین نے اپنی فوج جماعت کی ترتیب دی آپ نے فوج دشمن کے سامنے اپنی بیگ لٹائی تھی کہ کے آخری بار تمام حجت لرنی مگر آپ کی تقریر کا اس دنیا طلب فوج پر کوئی اثر نہ ہوا۔

### جوان بیٹے کی شہادت

عزیزوں میں سب سے پہلے حسین نے اپنے جوان بیٹے علی اکبر کو میدان جنگ میں بھیجا ان کی ماں لیلہ خیمہ میں تھیں اور باپ خیمہ کے دروازہ پر اور ان کا چاند دشمنوں کی فوج کی گھٹا میں چھپا تھا باپ نے دیکھا اور ماں نے سن لیا کہ علی اکبر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے مگر صبر سکون میں فرق نہ آیا وہ اس قربانی کے لئے پہلے سے تیار تھے۔ وہ یہ سمجھ کر اعلان تھے کہ ان کی اسلیم کا ایک جزو پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

### دوسرے عزیزوں کی شہادت

عقیل کی اولاد جعفر کی اولاد اور حسین کے مہربان بھائی حضرت حسن مجتبیٰ کی اولاد کے بعد دیکھتے حسین سے جدا ہوئی گئی۔ ان سب میں اپنے بھائی حسن مجتبیٰ کا اسم کی بدنامی حسین پر بہت شائق تھی۔ ہر مقصد کی عظمت کے سامنے یہ بھی گودا کر لیا۔

### ملمدار کی خدمت

جب حسین کے پاس کوئی لڑنے والا نہ رہا تو آپ کے بھائیوں کی باری آئی اور یہ سب شہید ہو گئے تو آخر میں آپ کے لشکر کے علمدار قمر بنی ہاشم ابن الفضل العباسی میدان جہاد میں گئے۔ دنیا نے دیکھا کہ جب جہاد میں جان باقی نہ رہے کہ کون سا پہلو سے جہاد کرے۔

وہی عمر سعد کے سپاہی اور ان کوئی کا شہادت ہے۔ اسلام کا کام ہے۔ سوقت تاک حسینیت کا علم دنیا میں لے لے اور بتائے کہ یہ ہے۔

### آخری قربانی

حسین کے پاس کوئی سرا یہ تقائیت کی بارگاہ تھی

تمام ہو گئی تھی جس نے کوفہ کے گرد فوج کا پہنی حصہ قائم کر لیا تھا۔ ابھی امام راستہ ہی میں تھے کہ کوفہ کی فوج آکر سد روان ہوئی۔ اور آپ کو آگے بڑھنے یا واپس جانے سے روکا۔ مجبوراً آپ کر بلا کی زمین پر آکر بیٹھے۔ یہ دوسری محرم کا واقعہ ہے کر بلا ہو پھینچنے کے بعد۔

ابن زیاد نے یہ سن کر کہ حسین کر بلا ہو پھینچ گئے ہیں فوجیں بھیجنا شروع کیں۔ تہنی فوج جتنی کہ کوفہ کی آبادی کے لحاظ سے ممکن ہو سکتی تھی۔ عمر سعد اس فوج کا افسر تھا۔ امام حسین نے کوشش کی کہ کسی طرح خیریزی کی فوج نہ آئے اور اس دامن کو بند نہ ہو پھینچے اس مقصد سے آپ نے عمر سعد کے ساتھ نام و پیام کا سلسلہ جاری کیا اور بات اتنے پر ختم ہوئی جاتی تھی کہ آپ عراق میں قیام کے خیال کو ترک کر دیے اور اگر ضرورت ہو تو عرب کا ملک بھی چھوڑ دیں گے۔

اور کسی دور دراز جگہ پر چلے جائیں گے حقیقتہً اس صورت سے بھی آپ کا یہ مقصد پورا ہو جاتا کہ یزیدی بیعت سے آپ کی صلحی گدی کا اعلان ہو جائے لیکن اسے کہ آپ کی جان خطرہ میں پڑے مگر ابن زیاد نے اسکو منظور نہ کیا۔ اور اس نے اصرار کیا کہ حسین بیعت کر لیں تب ان کی جان بچ سکتی ہے۔ یہ وہ بات تھی جسے پہلے سے حسین نے کر چکے تھے کہ نا ممکن ہے مگر خطرہ کو سامنے دیکھ کر وہ اس بیعت پر تیار ہو جاتے تو وہ ایک کمزور نفس اور خیمہ کے انسان ثابت ہوئے اور وہ حسین نے ہونے کوئی اور شخص ہو سکتا تھا۔

### جنگ کا قطعی فیصلہ

کوئی محرم کی شام وہ بھی جب ابن زیاد کا خط عمر سعد کے پاس آیا جس نے صلح کی گفتگو کو قطعی طور پر ختم کر دیا عمر سعد نے یقین رکھتے ہوئے کہ حسین بیعت نہ کرے نہیں کر نیکی فوری تیار کر دیا امام نے اپنے بھائی عباس کو بھیج کر ایک شب کی امت طلب کی۔ اس وقت امام اپنے ساتھیوں کو اپنی طبیعتوں کے قول سننے کو بھیج دیے دوسرے فریق مخالف کے افراد لشکر کو بھی ایک شب کا موقع غور فکر اور حق و باطل کے موازنہ کے لئے دے دیے۔ چنانچہ اسی ایک شب کی امت کا نتیجہ تھا کہ عمر سعد کی فوج کا ایک بڑا افسر ابن یزید ریاحی جو سب سے پہلے حسین کو گھیر کر کر بلا میں لائے

معاویہ بھی سمجھتے تھے کہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ متعلق انسان حسین ہیں اس لئے انھوں نے آپ کو ملانے کی کوشش مگر ناکام ہوئے۔

پھر بھی انھوں نے سکوت اختیار کیا اور امام حسین بھی اس انتظار میں رہے کہ مخالف کی طرف سے آپ کی اس بے تعلقی پر کیا جارحانہ اقدام کیا جاتا ہے۔

یہ صورت قائم رہی یہاں تک کہ معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یزید نے حسین کا خاموشی کو طاقت و اقتدار سے ڈرنا چاہا اور جبر آپ سے بیعت لینے کی خواہش کی۔

حسین نے جب اس حکومت کے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے تب ہی تمام نتائج کے لئے تیار ہو چکے تھے اس لئے ان پر اس جبر و تشدد کا کوئی اثر نہ ہوا۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ میں بیعت نہیں کروں گا چاہے جو کچھ ہو جائے۔ یہی اس واقعہ کر بلا کی آتشیں بنیاد ہے۔

### مدینہ سے روانگی

امام حسین نے بیعت کے مطالبہ کو سن کر پہلا قدم یہ اٹھایا کہ مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اس میں ان پسندی کے ثبوت کے علاوہ اپنے مقاصد کی اشاعت کا پہلو بھی منظر تھا۔

### مکہ میں پناہ

آپ نے مدینہ سے ٹھکر کر حرم ضرائی پناہ لی یہ تمام مالک عربیہ کا مرکز تھا۔ اس لئے یہاں قیام سے یزید کے ساتھ آپ کے خاموش اختلاف اور اس کے وجود کا اعلان تمام پبلک میں ہو گیا۔ اور ان غلط فہمیوں کا سد باب ہو گیا جو پھیلائی جا سکتی تھیں۔

### مکہ سے روانگی

آپ کو اندیشہ پیدا ہو گیا کہ آپ کی موجودگی مکہ منظمہ کی سر زمین پر خونریزی کا باعث نہ ہو۔ آپ نے حرم خدا کی عزت پر اپنے سکون کی زندگی کو قربان کر دیا۔ اور ایسے موقع پر جبکہ حج کو صرف دو روز باقی تھے۔ آپ حج کو ترک کر کے مکہ سے روانہ ہونے پر مجبور ہو گئے۔

### کر بلا میں ورود

مکہ سے نکل کر آپ کوفہ کی جانب متوجہ ہوئے جہاں کے لوگ بہت عرصہ سے آپ کو بلا رہے تھے مگر اس عرصہ میں وہاں ابن زیاد کی حکومت

# آج تک ہے یاد و ہمیشہ کی نماز

(جناب سلیمان قدر صاحب کوثر زید می ان زمین پوری)

مسجد کوفہ میں صبح قتل حیدر کی نماز  
روز عاشورہ بوقت عصر سرور کی نماز  
کس خوشی سے ہو گئی مظلوم مضطر کی نماز  
کبھی میں دیکھے معصوم صغر کی نماز  
صبح ہونے کو ہر طرف لڑا امرو لبر نماز  
آج تک ہے یاد ہمیشہ کی نماز  
قابل تمثيل ہے ایسے دلاور کی نماز  
ہر خانہ پر ادا ہوتی تھی سرور کی نماز  
کون دفنا ہے بڑھے میت پر سرور کی نماز  
پھر بھی ہوتی ہر ادا سجا مضطر کی نماز  
پھر بھی لے کوثر نہ چھوٹی آبی طہر کی نماز

سجدہ معبود میں مقتول خیر کی نماز  
یاد کر لو لے سلمانو بہتر کی نماز  
مہلت ذکر خداوندی جو قاتل سر ملی  
ہاتھ پر دسر کے راہ حق میں جان قربان کی  
بولی یاد نیک کے ماتے علی اکبر اسٹھو  
حسن اودی سے باقرات اکبر کی اداں  
نرخہ کفار میں سعی و لیرا نہ رہی  
اکبر و عباس و فاطمہ نہیں جب بارگاہ  
ہو گیا قتل شہ دیں سر جہاں کرے گئے  
تیار یا نے بیڑیاں طوق گراں ہمارے غم  
آگ خیمہ میں لگی قیدی ہوئے اہل حرم

درویش کے لئے نہ تھا مگر نہیں۔ فریق مخالف کے  
لشکر و کلا آخری تیر باقی تھا اور اس کے لئے حسین کو  
قتل کی تلوار تھی۔

انہیں ایسا نہ تھا نہایت کے ساتھ وہ معصوم  
ہو پیش کرنا تھا جس پر کس شریعت اور قانون کے  
قانون کے الزام نہ آ سکتا ہو۔

وہ نہ تھا نہ حسین نہ یہ آخری تلوار تھی نہ وہ نہ تھا  
نہ اس کی کوئی تلوار نہ تھا نہ یہ اس سے سبکیاں لے  
نہ تھا نہ یہ تلوار نہ تھا نہ یہ کی حالت کو بھی اس کے  
معاذہ بہت تلوار نہ تھا۔

اس کے لئے کہ قتل کی فرق سے چپ کے لئے  
پانی میں نہ تھا۔

یہ تھا حسین کا سب سے آخری چھپار۔

انہیں نہ تھا نہ یہ تلوار نہ تھا نہ یہ لڑنے کے لئے تھا۔

نہ تھا نہ یہ تلوار نہ تھا نہ یہ لڑنے کے لئے تھا۔

نہ تھا نہ یہ تلوار نہ تھا نہ یہ لڑنے کے لئے تھا۔

نہ تھا نہ یہ تلوار نہ تھا نہ یہ لڑنے کے لئے تھا۔

نہ تھا نہ یہ تلوار نہ تھا نہ یہ لڑنے کے لئے تھا۔

نہ تھا نہ یہ تلوار نہ تھا نہ یہ لڑنے کے لئے تھا۔

نہ تھا نہ یہ تلوار نہ تھا نہ یہ لڑنے کے لئے تھا۔

## تکمیل قربانی

حسین کے پاس اب کچھ نہ تھا۔ اس اب اپنا  
سب کچھ ہی تھا۔ جس کے لئے پہلے ہی بہت آسان  
تھا کہ انہیں مخالفین کے لئے برداشت کا انتہائی  
انجام دے کر نہ تھا۔ اب جبکہ کسی کا انتظار نہ تھا تو  
حسین جیتے اور سیدان جہاد۔

انہیں کہ سبقت انسانی طاقت کے لحاظ سے تھا  
نہ تھا۔ نہ ہی کا فرض ہے اتنی جنگ بھی کی اور  
نہ تھا کہ انہیں نے اس فرض کو بھی ایسا انجام  
دیا جتنا انہیں شہادت کی اور بے کسی کے عالم میں کوئی  
روشنی انجام نہیں دیا تھا۔

آخر ایک انسانی سرور و نوا دی تلواروں کی سیلا  
میں زخموں سے چھنا چور ہو گیا۔ گھوڑے کی پشت پر  
لے لے گیا۔ مجاہد زمین پر گیا اور دشمنوں کا پیادوں

طرف ہجوم ہو گیا۔ آخر حق کا مجسمہ تلواروں کا حصہ  
بن گیا۔ سچائی کی گردن قلم ہوئی اور انسانیت کا  
سریزہ کی دھک پر بلند ہو گیا۔

## یہ روشنی

بتلائی ہے کہ انسانیت کے افق پر جوتا۔ یہی چھائی  
چھائی ہوئی ہے یہ دور ہو سکتی ہے تو حسین کی یاد  
سے۔ انسانیت میں اس مظلوم کی شہادت کو پورے  
تیرہ سو برس ہو جائیں گے۔

تمام عالم انسانی کو چاہئے کہ اس موقع پر حسینؑ  
کی یاد تازہ کرے اور دنیا میں جو تاریکی پھیلی ہوئی  
ہے اس کو حسینیت کی روشنی سے دور کرے۔

بچوں کی کہ دو۔ حکیم عسکری شہادۃ الہیہ کی

## بال جونی گھنٹی

جائے سے بچے کہیں جاتے ہوئے دانت لڑی آسانی سے اٹھ اٹھے  
اور ان کی ہر ایک ہڈی دور ہو کر گرد و غبار میں جاوے گی  
سب کچھ فرقت ہوئی ہو گی لیکن ان گھنٹیوں کی جیس  
قیامت کی گھنٹی وہ دہن جائے گا وہ اٹھ اٹھے سو اگر نہ ہفت منگواں  
مفت وہ اس ہرز نام دے بچے ہر وہ کمانے کی کل غنیمتیں  
المشہر۔ منجر بال جونی کا ریا لیک علی گڑھ۔ یو۔ پی۔

# اہل حرم کی دلہنی

خاں سید نواب صاحب قمر لکھنؤی کے ایک مرثیہ کے چند بند

قید سے چھٹ کے مدینہ میں حرم آتے ہیں سب مصیبت زدہ پا پندر الم آتے ہیں  
 سال بھر جھیل کے زنداں کے ستم آتے ہیں سر جھکائے ہوئے بادیدہ غم آتے ہیں  
 قاسم و اکبر و عباس علمدار نہیں کوئی مردوں میں بجز عابد بیمار نہیں  
 اپنی بربادیوں کا دل پہ وہ راندوں کے اثر نہ کوئی قافلہ سالار نہ سیر لشکر  
 بلیسی میں کوئی والی ہے نہ وارث سر پر چھٹ گیا بھائی کسی کا تو کسی کا شوہر  
 کسی بی بی کا پسر نازوں کا پالانہ رہا کوئی بے وارثوں کا پوچھنے والا نہ رہا  
 اپنا غم ایک طرف منکر بڑی ہے اس کی گھر میں رکھتے ہیں قدم دترشہ پوچھے گی  
 میرے بابا ہیں کہاں اور کہاں ہیں بھائی کس طرف ہیں مرے عمو جو نہیں آئے ابھی  
 حال سن لے گی تو کیا دل پہ گزر جائے گی درود پوار سے سہ بھوڑ کے مجائے گی  
 اسی تشویش میں پہونچے دروالت کے قریں فرشتے آنکھیں کئے سب بیباں ڈھوڑی پہ ملیں  
 سب کے چہرے نظر آئے جو پریشان دسزین ہر طرف ناطعہ دغرا کی نگاہیں دوڑیں  
 بولیں کیا ہے جو یہ عالم نظر آتا ہے قافلہ شدہ کا بہت کم نظر آتا ہے  
 مجھے صورت تو دکھا دیں مرے بابا ہیں کدھر اب لبوں پر ہے مری جاں سیجا ہیں کدھر  
 میرے عمو ہیں کہاں اور اعزا ہیں کدھر میں بلائیں تو ذرا لوں مرے بھتیجا ہیں کدھر  
 کون سے کام ہیں ان کاموں کی جبلت کیا ہو سب کہاں رہ گئے لوگو یہ مصیبت کیا ہو  
 کہہ کے یہ شدید سجاد پہ ڈالی جو نظر دل میں اک درد اکھٹا دیکھی وہ حالت ابتر  
 خلق آنکھوں میں پریشان وضعیف ولاغر یہی نظروں سے عیاں شرم و خجالت کا اثر  
 غم کمر میں اثر ضعف سے سر زشش تن میں پاؤں سو بے ہوئے زخموں کے نشان گردن میں  
 حال یہ دیکھ کے اک ہوک سی اٹھی دن میں دوڑ کر ڈال دیں بھائی کے نگلے میں بابا ہیں  
 بولیں بچھڑے ہوئے مدت کے لباس طرح ملیں کس طرح قلب و جگر پھر مرے قابو میں رہیں  
 زندہ گی بھر جنہیں آرام سے گھر میں گزری آن پہ تکلیف سی تکلیف  
 خیر قسمت کی بُرائی بھی نکل جائے گی جتنی تکلیف ہے راحت سے بدل جائے گی  
 منتشر ہے جو طبیعت وہ ہسل جائے گی زندہ گی چاہیے حالت بھی سنبھل جائے گی  
 گھر ہے دن رات ہر اک لمحہ کی ندرت ہوگی



چار ہی دن میں خدا چاہے گا صحت ہوگی  
 سنے صغرا کے بیاں دل ہوا دل ایسا بے چین  
 شور رونے کا ہوا کرنے لگیں بیاں بن  
 انا سر پیٹ کے زینٹ نے کہا ہائے حسین  
 کھتا جو تفتہ پر میں جنگل کا پناہ بھٹائی  
 پھر ملٹ کر نہ ہوا آپ کا آنا بھٹائی  
 ہتک کہ بڑ گیا گھر میں یہ سنائی سن کے  
 قلب صغرا کی جو حالت تھی بیاں ہو کس سے  
 داشکن لفظوں میں روداد بلا کہستی ہیں  
 کیا ہوا شہ کو پھوپھی جان یہ کیا کہتی ہیں  
 بر لیر زینٹ کہ ہوئے قتل شہ جن و بشر  
 دشت غربت میں لٹا امیر مختار کا گھر  
 کٹ گیا وادی پر ہول میں سارا لشکر  
 قاسم و اکبر و عباس گئے تشنہ جگر  
 تین دن پیاس کی گرمی میں مصیبت سہ کے  
 کر گئے کوچ سندرا حافظ و ناصر کہہ کے  
 پہلے انصار شہنشاہ زماں قتل ہوئے  
 پھر پیر کے گھرانے کے جواں قتل ہوئے  
 بچے گل پیر بن و غنچہ دہاں قتل ہوئے  
 سب سے آخر میں امام دو جواں قتل ہوئے  
 کہیں جانے کی بھی دی راہ نہ گمراہوں نے  
 گھیر کر مار دیا شیروں کو رو دبا ہوں نے  
 لٹ گئی دشت میں زہرا کی گنائی صغرا  
 تھی بہتر پہ ہزاروں کی چڑھائی صغرا  
 ہوئی دم بھر میں بھڑک گھر کی صفائی صغرا  
 سخت جاں بچنے کہ ہمیں موت نہ آئی صغرا  
 ایک دل رہ گیا ہے داغ اٹھانے کیلئے  
 زندہ بیٹھے ہیں ابھی کھو کر یں کھانے کیلئے  
 خیمے تاراج ہوئے لوٹے گئے اہل حرم  
 سر بہرہ نہ سب بازار بھرا لے گئے ہم  
 قید زنداں میں رہے سو رہ آفات و الم  
 اب یہ رائے میں ہیں امداد ک سیّد سجاد کادم  
 کس زباں سے کہیں بی بی جواذیت پائی  
 اپنے کشتوں پہ نہ رونے کی بھی ہمت پائی  
 واقعہ دشت مصیبت کا بتائیں کس کو  
 روح فرسا یہ کہانی ہے سنائیں کس کو  
 بہر تشکین دل زائر بلائیں کس کو  
 سب سے شرم آتی ہے شکل اپنی دکھائیں کس کو  
 کس پیرسی کا جو عالم ہے کہیں کیا صغرا  
 موت نے بھی ہمیں غربت میں نہ پوچھا صغرا  
 زندگی ہو گئی تجھ پر کہ نکلتا نہیں دم  
 کھو کر یں کھاکے بھی درد نہ ملی راہ عدم  
 آرزو تھی کہ یہ صورت نہ دکھاتے تھیں ہم  
 چار آنکھیں نہیں ہوئیں سر سردور کی قسم  
 روح ایسی قافلہ کے ساتھ رواں ہو جاتی  
 کاش یہ شکل نہ خاک نہاں ہو جاتی  
 منتیں مانی تھیں جن کے لئے وہ مر گئے سب  
 تین دن کی وہ عطش اور وہ سوکھے ہوئے لب  
 وہ گری دھوپ وہ تو اور وہ گرمی کا قہر  
 مرتے سب مر گئے قطرہ نہ ملا ہائے غضب  
 یوں بھی مانگا کھتا دم تشنہ رہا پانی پانی  
 رہیں کٹنے میں صدا آتی تھی پانی پانی

# عباس علی عدا کی شخصیت

(از جناب سید فضل حسین صاحب قیسر رضوی سبزواری پھولسی سبکدوش کھیری)

اک آن میں عباس نے رن پاٹ ریا کھتا  
میدان میں آثار قیامت کے عیاں تھے

مگر انیسویں صدی کے ان کی پوری قوت و شجاعت کا مظاہرہ  
معرکہ کربلا میں ہونے نہیں پایا کیونکہ روزِ عاشورا حملہ مجاہدین کے  
پیش نظر صرف دو فرائض تھے یعنی اعدائے دین کو قتل کرنا اور اس  
سعی و کوشش میں خود مقتول ہو جانا مگر ان کے سپرد کچھ اور اہم فرائض  
بھی تھے یعنی علمِ حسینی کی شان کو قائم رکھنا اور اہل بیت ائمہ کے لئے  
پانی کی سبیل کرنا۔

ایک جنگ آزماسوار کی شان دار دیگر میں یہ ہوتی ہے کہ اس کے  
باپ، ہاتھ میں سپر اپنی حفاظت کے لئے رہتی ہے اور داہنے ہاتھ میں تلوار  
دشمن پر حملہ کرنے کے لئے ہوتی ہے مگر ان کو ڈھال سے تو کچھ واسطہ  
ہی نہ تھا کیونکہ وہ ہاتھ علم کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا تھا۔ داہنے ہاتھ  
میں تیغ آبدار ضرور رکھتی مگر شانے پر مشک خالی تھی تو اور بھری ہوئی تھی  
تو برابر جنگ کرنے میں ہار جاتی رہی۔ ہاشمی یہ مشک خیاں اہل علم  
میں پونچھ جاتی اور عباس کو آزادی سے جنگ کرنے کا موقع مل جاتا  
تو آج صفحات تاریخ اس جنگ کا کچھ اور ہی نقشہ پیش کرتے ہوتے۔  
عباس کی شخصیت ان کو جانباڑی اور ثابت قدمی کا اظہار اس  
واقعہ سے بھی ہوتا ہے جو تاریخوں میں مرقوم ہے یعنی شمر ذی الجوشن فوج  
مخالف کا ایک سردار ان کی والدہ ام البنین کا ماموں زاد یا پھوپھی زاد  
بھائی جب وہ وارد کر بلا ہوا تو سب سے پہلے خیمہ حسینی کے پاس آکر  
چلایا۔

”کہاں ہیں میرے بھائی عباس اور ام البنین کے بھائی عبداللہ عثمان اور  
جعفر ان کے لئے جان کی آواز منکر رہے دو عورتیں شکر حسین سے  
علیحدہ ہو جائیں۔“

مگر وہ اسے ہرقتال و زندان علی کو شمر کو وہ جواب دیے کہ وہ  
وہاں سے شرمندہ ہو کر گئی۔

ایسا ہی ایک واقعہ تاریخ طبری میں عبداللہ خراہی کی طرف منسوب  
کر کے لکھا ہوا ہے کہ یہ شخص ام البنین کا حقیقی بھتیجہ تھا اور روسائے  
کوفہ میں ممتاز درجہ رکھنے کے علاوہ گورنر ابن زیاد کی ناک کا بال کبھی  
نہ تھا۔ چنانچہ جب شمر پر لشکر امام حسین کو قتل کرنے کے لئے کوفہ سے کر بلا  
کی طرف روانہ ہونے لگا تو اس نے ابن زیاد سے کہا کہ حسین کے ساتھ

لے شیر علی عباس جری! لے ماہِ بنی ہاشم لقی!

مشہور جہاں میں آج بھی ہر تیرا افسانہ کیا کیے

عباس ابن علی شجاعان نام کی صف میں ممتاز شخصیت کے مالک  
ہیں۔ معرکہ کربلا میں جو کارہائے نمایاں انہوں نے انجام دیئے ہیں۔ صفحات  
تاریخ میں یادگار ہیں۔ وہ سپاہِ حسینی کے علمدار تھے اور صفائے الحرام  
کے لقب سے بھی ملقب ہیں۔

یہ وہ جوان رعنا تھے کہ حسن و جمال میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور  
اسی بنا پر قمر بنی ہاشم کھلتے تھے ان کا چہرہ روشن باز و بھر ہوئے  
سینہ کشادہ اور قد بلند و بالا تھا۔ وہ دور کا بہ سمند پر سوار ہونے  
تھے تو کبھی قدم مبارک زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ تنومندی ان پر  
ناز کرتی تھی۔ وہ ہمیشہ شجاعت کے شیر نر تھے۔

ان کی والدہ خاتمہ کلابیہ عرب کے اس خاندان سے تھیں جس کے  
مقررہ افراد مثلاً طفیل ناریسی، قریزل اور عامر وغیرہ چار دانگ اپنی  
شجاعت اور بہادری کی بناء پر مشہور تھے۔ عقیل ابن ابی طالب جیسے  
ماہر اسباب عرب نے ان کو حضرت علی کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا  
تھا اور اس طور پر عباس کی رگوں میں وہ مشترک خون دوڑ رہا تھا  
جو عرب کے دو شجاع قبیلوں میں جدا جدا موجود تھا۔

ان کے تین بھائی عبداللہ، عثمان اور جعفر اور بھی تھے جنہوں نے  
نصرتِ حسین میں درجہ شہادت حاصل کیا۔ عباس ان سب سے  
بڑے تھے اور ۱۳ سالہ میں جب وہ شہید ہوئے ہیں تو ان کی عمر ۳۴  
سال کی تھی۔ خاتمہ کلابیہ ان چاروں بیٹوں کی ماں ہونے کی وجہ سے  
ام البنین کہلاتی تھیں۔

عباس علمدار کی حوصلہ مندیاں اور اولوالعزمیاں ان تقریریں  
سے بخوبی ظاہر ہوتی ہیں جو انہوں نے امام حسین علیہ السلام کے خطبوں کے  
جواب میں کی ہیں اور جو تاریخوں میں موجود ہیں۔ ان کے بدن کارواں  
حسین کے عشق و محبت میں ڈوبا ہوا تھا۔ ان کی عالی حقی سے اس بات  
کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی حال میں بھی نصرتِ امام سے باز نہیں  
رہ سکتے تھے۔

ان کی شجاعت بے پایاں اہل علم و شمس ہے۔ جادو وہ جو سر پر  
چڑھ کر بولے۔

چنانچہ خود دشمن ان کی بے نظیر بہادری کے مدائح تھے۔

بڑھا کر عباس کو ان الفاظ میں ٹوکا۔

”اے لڑکے تمہارا درپنا حسب و نسب بیان کرو کیونکہ جو لوگ تم سے اب تک لڑے وہ تم پر مہربانی کرتے تھے۔ میری جبلت میں درشتی اور سختی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور میری سرشت میں رحم نام کو بھی نہیں ہے۔“

یہ پہلوان اس قدر حسیم اور قوی ہیکل تھا کہ اس نے عباس جیسے تنومند مبارز سے لڑنے کے نام سے خطاب کیا تھا۔

عباس یہ سنکر اپنی جگہ پر بھٹک گئے اور اپنا نام و نشان اور قبیلہ کا پتہ بتا کر اس کو دو ٹوک جواب دینے لگے جس سے اس کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور وہ اپنا لمبا نیزہ لے کر حملہ آور ہوا۔ شیر علی نے اس نیزہ کو پکڑ کر ایسا جھٹکا مارا کہ اگر مار دوس کو چھوڑ نہ دیتا تو زمین پر آ رہتا۔ اب اسی کے نیزہ سے اس پر حملہ کیا مگر غلام اپنا پہلو بچا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ نیزہ اس کے گھوڑے کے پوری طاقت سے لگا۔ آن واحد میں مرب الف ہو گیا اور راکب زمین پر آ رہا۔

شمر نے یہ دیکھ کر اس کے غلام سے کہا کہ اگر ممکن ہو سکے تو اس کا کوئی گھوڑا اس کے پاس پہنچا دے ورنہ تیرا مالک عالم بیچارگی میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ وفادار غلام یہ سنتے ہی گھوڑا لے کر روانہ ہوا۔ یہ گھوڑا بہت ہی جیت و چالاک تھا اور اس کا نام طاویہ تھا جیسا کہ ضیاء الدین میں مرقوم ہے۔

عباس نے اس کیفیت سے مطلع ہو کر مار دے کو تو اسی طرح چھوڑا اور اس غلام کی طرف بچھپے۔ فوراً اُسے نیزہ سے ہلاک کر دیا اور خود طاویہ پر سوار ہو گئے۔ اب پھر مار دے کی کینچی آئی وہ اس دوسری مصیبت پر غم سے چلا آ رہا تھا کہ اسخوں نے اسی کے نیزہ سے اس کو بھی اصل مہم کیا۔

امام حسین بھائی کی لڑائی کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ فرط خوشی سے نزدیک آ گئے اور فرمانے لگے۔

”اے عباس تم خاندان کی ناک ہو آج تم نے اس گھوڑے کو دوبارہ حاصل کر لیا جو تمہارے بھائی حسن کی ملکیت تھا اور ان سے مدائن میں چھین لیا گیا تھا۔ یہ گھوڑا بادشاہ رے کا ہے جب تمہارے باپ نے اس کو قتل کیا تو اس مرکب کو تمہارے بھائی کو عطا کیا تھا۔ عباس یہ حالات سنکر بہت خوش ہوئے اور امام عالمیقام کو خیام کی جانب روانہ کر کے پھر جنگ کرنے لگے۔

آج تیرہ سو برس کے بعد نہر فرات کا نقشہ بالکل بدلا ہوا ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ متوکل جیسے دشمن اہلبیت بادشاہ نے اس کا رنڈ بدل کر شہدائے کربلا کے فراروں کو مابین شام و شام آج نہر سے بہا دینے کی ناکام کوشش کی تھی لیکن زمین کربلا قدرت خدا سے بلند ہو گئی اور فرات اس طرف اپنا راست اختیار

میری بھوپتی کے چار فرزند عباس اور ان کے بھائی ہیں لہذا ان کے لئے امان نامہ لکھ دے کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے لشکر ہی ان کو بھی قتل کر ڈالیں۔ یہ سنکر ابن زیاد نے ان کے لئے امان نامہ لکھ کر حوالے کیا۔ عبداللہ نے یہ امان نامہ اپنے غلام کزمان کے ذریعہ سے عباس کے پاس روانہ کر دیا جو ۹ یا ۱۰ محرم کو ان کے پاس پہنچا مگر اللہ واکبر کیا ہمت تھی عباس کی کہ اس امان نامہ کو پڑھ کر چاک کر دیا اور غلام سے کہا۔

”ہمارے بھائی کو ہمارا سلام پہنچا کر کہہ دینا کہ ہم کو اپنے لئے تو بس خدا کی امان کافی ہے ہاں اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمارے بھائی حسین کے لئے امان نامہ حاصل کر۔“

شیر ہیں بیشہ حیدر کے ہمیں ڈر کیا ہو  
سر پھیلی پہ ہمارا تو دھوا رہتا ہے

تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ عباس نے شب ہشتم کو بھی سقائی کی خدمت بدرجہ اتم انجام دی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ آٹھویں محرم ان کے نام سے غصہ ہو کر رہ گئی ہے۔

اس کی سرگزشت یوں ہے کہ اسی روز تیس سوار اور بیس پیادے ان کے ہمراہ تھے جب وہ نہر پہنچے تو رات ہو چکی تھی اور جانبداری کھیت کر رہی تھی۔ گھاٹ کا نگہبان انصر عمرو بن جراح ہوشیار ہو گیا اور مزاحم ہو کر کہنے لگا کہ پانی ہرگز نہیں لینے دوں گا چنانچہ عباس نے اپنے پیادوں کو اشارہ کیا کہ مشکیں بھر لو اور خود سواروں کے عمر و اور اس کی فوج کی طرف تلواریں نکالے متوجہ ہوئے وہ لوگ ہیبت کھا کر ہٹ گئے اور اس طرح بیس مشک پانی بغیر کسی کا خون بہائے ہوئے خیام حسین پر پہنچے گیا۔

روز عاشورہ قریب عصر جب تمام بنی ہاشم کا خاتمہ ہو گیا تو عباس کو اذن جہاد ملا اور ساتھ ہی امام حسین نے فرمایا کہ اے بھائی اگر ممکن ہو سکے تو پانی کی سبیل کرنا اسخوں نے ایک مشکیزہ لے لیا اور میدان جنگ کو روانہ ہوئے مگر اس بہادر کی لڑائی نے آن واحد میں سحر کہ کارزار کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ لشکر بے ستا شا فرار کرتے ہوئے نظر آنے لگے کسی میں تاب مقاومت نہ تھی اور یہ واقعہ ہے کہ وہ جنگ پر راغب نہ تھے بلکہ دریائے فرات پر جانے کے لئے راستہ صاف کر رہے تھے چنانچہ بے درجے حملوں سے راہ صاف ہو گئی اور کبیروں کے شیرانہ فردوں سے رن بول اٹھا۔

بڑھ بڑھ کے وہ حملوں کا کہنا مانند ہنرہ اور جعفر کے  
پڑھ پڑھ کے رجز حیدر کی طرح وہ رن کو بلانا کیا کیجئے

ہاں مار دے کی روایت کو حوالہ قلم کرنا خالی از دہی نہ ہوگا۔ یہ شام کا ایک مشہور پہلوان تھا جب اس نے فرجوں کو اس طرح فرار کرتے دیکھا تو اس کی زکیمیت کو ٹھیس لگی چنانچہ اس نے گھوڑا آگے

کا عالم تھا کہ دونوں ہاتھ جدا ہونے پر بھی حانہ زمین پر قائم رہے اور شکنیزہ کے  
آویزے کو دانتوں میں داب کر گھوڑے کو اڑھ پر اڑھ لگانے لگے  
خوں میں عباسؑ نہایا کئے۔ مشک شکنیزہ کو بچایا کئے  
آہ اب غافلین چہرہ دست ہو کر ان کے بالکل قریب آ گئے۔ سامنے سے  
تیروں کی بارش ہونے لگی کہ ناگاہ ایک تیر شکنیزہ لگا جس پانی بنے لگا  
اسی کے ساتھ دوسرا تیر آنکھ میں پیوست ہو گیا اور تیکھے سے کسی نے ایک گرز  
مارا مگر اس بہادر کو اپنے زخمی ہونے کا بالکل ملال نہ تھا لیکن انوسس اس مشک سے  
کیا پانی بہا دل ہی زندگی سے سیر ہو گیا۔ وہ گھوڑے سے گر پڑے اور شہید کر ڈالے  
گئے۔ قربان ہو یہ جان اس بنا ب کی سعی و کوشش پر یا لینی معمم فاوڑا فوڑا عظیم  
مصنف ضیاء العین نے لکھا ہے کہ اس روز عباسؑ علمدار نے  
بارہ سو تیسل دشمنان اہلیت کو قتل کیا تھا۔

جب اس سانحہ ہوش رباعی خبر پہنچے میں پہنچی تو ان کی والدہ  
ام لبنین کا غم سے برا حال تھا۔ ان کے دشمنان فوجوں سے سنے والوں کے  
دل پاشش پاشی ہو گئے ان میں کے چند اشعار حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔  
لا تو عونی ویکام لبینی تن کوینی بلیوث العربین  
اربعۃ مش نور الوبی قد وصلو المیت بقطع الونین  
ترجمہ :- اے مدینے والے اب مجھے فرزندوں کی ماں کھلنے پکارو  
اس سے تو مجھے میرے شیر یاد آتے ہیں۔ وہ چار تھے مثل باز  
شکاری کے مگر انوسس وہ سب اب موت سے ہم آغوش ہو چکے۔

ایک دوسرے نوے کے تین شعر حسب ذیل ہیں۔  
یا من مائی العباس کد علی جماہر القدر  
ابنت ان ابنی اصلیب برا سہ مقطوع ید  
لو کان سیفک فی ید یک لما دنا منہ احد

ترجمہ :- میرے شیر عباسؑ کے دیکھنے والے کہاں ہیں جب وہ  
جھیرٹوں کے گلے پر حملہ آور تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ میرے بچے کے  
سر پر گرز لگا تھا جس نے اس کے سر کو تشکا فٹہ کر دیا۔ اے عباسؑ  
مجھے کامل یقین ہے کہ اگر تیری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو کوئی  
ترے قریب نہیں آ سکتا تھا۔

اس آخری شعر کے تیور ان کے اس اعتماد کو کامل طور پر ظاہر  
کر رہے ہیں جو ان کو اس بیٹے کی شہنشاہیت اور سہرا کی شجاعت پر  
حاصل تھا اور انہی عباسؑ ہی ہے اگر ان کے ہاتھ قطع ہو کر  
تلوار نہ گری ہوتی تو کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے اس قدر قریب  
پھٹک سکتا کہ ان کے سر پر گرز کا دار کرتا۔ اس جناب کے سب  
اور غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ اس حالت میں بھی عقب سے گرز کا  
دار کیا گیا تھا۔

نہ کر سکی۔ رباعی

مر قعے کہ کو اہد بصیرت غائر۔ حکایتے کہ نہ گنبد تصور شاعر  
بیا بیا متوکل بہیں مزار حسین۔ زمین بلند شد و آب نہ شد تار  
مگر روز عاشورہ سالہ میں یہ مسلم ہے کہ نہ فرات خیام حسین سے  
کم از کم ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھی جس کے گھاٹ پر آہن پوش  
فوج کی چار صفیں جمی ہوئی تھیں اور یہ دستہ محافظ نہر اس فوج کے  
علاوہ تھا جو میدان میں مجاہدین سے جنگ کرتی تھی۔ عباسؑ نے میدان  
وال فوج کو دم ملا کے دم میں بھگا دیا جس کے بعد تن تہادہ اس  
دستہ فوج سے نہر آ زما ہوئے۔

دنیا میں اس ہمت و جرأت کا مظاہرہ کہاں نظر نواز ہو سکتا  
ہے اور اس قوت و شجاعت کی نظر کب مل سکتی ہے۔ اللہ اکبر تھوڑی  
بی ویر میں اس جبری نے تمام صفوں کو توڑ ڈالا اور درانہ نہر میں  
گھوڑا ڈال دیا۔

قصیر مبالغہ نہیں ہونچا پ فرات۔ نوح خدا کے بیڑ سالار کا عالم

عباسؑ نامور سے وفادار کا علم  
وہ سفوڑی ہی دیر میں مشک بھر کر نہر سے باہر نکل آئے مگر اب لشکر  
مدین کو غیرت و محبت نے جانیں دینے پر آمادہ کر دیا اور شہقہ طور پر  
دلوں میں ٹھکان لیا گیا کہ پانی حسین خیام میں ہرگز نہ پہنچنا چاہیے  
پناچہ تمام فوج سدرہ ہو کر آئندہ پڑی۔

اس وقت سورج کی شعاعوں سے چنگاریاں برس رہی تھیں  
نمازت آفتاب نے میدان کارزار کو سرخ انگارہ بنا رکھا تھا۔ دن  
ڈھل رہا تھا اور جتنی ہوئی زمین سے بخارات اُٹھ رہے تھے۔ لوشدت سے  
میں رہی تھی اور تشنگی نے نہ ہالی کر رکھا تھا کیونکہ خلف ساتی کوڑنے نہر میں  
گھس کر بھی لب نہ نہیں کئے تھے۔ آہنی زرہ بکتر کی پیش بسم کو جلانے ڈالتی تھی  
اور سامنے عرب کی مسلح فوج آہنی دیوار بنی کھڑی تھی گزراہ رے دیری امد  
واہ رے تنور کسی بات کو دھیان میں نہیں لائے۔ تلوار بلند ہو گئی اور آہنی  
صفیں پھیر ڈٹے گئیں۔ اس موقع پر انکا یہ رجز تاریخوں میں مرقوم ہے۔  
انی انا العباسی اغد وبا السقا دلا اباب لموت یوم المتقی  
ترجمہ :- میں عباسؑ ہوں مشک ضرور بالضرور یجاؤں گا اور جنگ کے وقت  
اپنی موت کی ہرگز پرواہ نہ کروں گا۔

اگرچہ لشکر شام کا لگی طرح پھٹنا جا رہا تھا مگر سب جان پر کھیلے ہوئے  
تھے ان کے سر مثل خبار حرکت کر رہے تھے پھر بھی ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے ابھر  
انکے رجز اور تیوروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ مشک وانی لے جا دیں گے۔  
یہ رنگ دیکھ کر حکم بن طفیل اور زید بن ورقار نے باہمی مشورہ کیا کہ  
جب تک ان کے ہاتھ قلم نہ کئے جاویں گے ان کے مشک لیکر صبح و سلامت محل جلنے  
کا اندیشہ فرو نہیں ہو سکتا اور یہ طے کر کے دائیں اور بائیں موقع کی تلاش میں  
لگ گئے تا اینکه دونوں شقی اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گئے مگر قوت ارادی

# ہلالِ عزم

از جناب علی اظم صاحب مرغوب (اور سیرا رانی کھیت)

چرخ پر نکلا ہلالِ عزم نشانِ کربلا  
سرخِ خونِ شہیدِ انِ شفقِ سحر آشکا  
بچہ گمیں گھر گھر عزاداروں میں مغم کی صفیں  
ہاں مہینہ تھا یہی لے دل انھیں پیام میں  
قالبِ انسانیت میں تھے ہزاروں اندنوں  
اک طرف تھی بربریت اک طرف انسانیت  
چند کم سن کچھ جوان تھے چند بوڑھے کچھ ادھیڑ  
بڑھکے مظلومی نے توڑا تھا حدودِ صبر کو  
منزلوں رُورِ انبیاء کے ماسبق کے صبر سے  
سننے والوں کا بھی آنسو بن کہتا ہر لہو  
باعثِ تخلیقِ دنیا کا نواسہ ہے حسین  
ہر ستارہ روکشِ خورشیدِ عالم تا ہے  
جان سے کر اپنی زندہ تو نے کی انسانیت  
آج جو دُخلائق ہو رہا ہے کل جس خاک میں

ہو چکا آباد نظروں میں جہانِ کربلا  
آسماں اظہار کرتا ہی بیانِ کربلا  
بچہ لگی دہرائی جانے داستانِ کربلا  
لٹ رہا تھا کربلا میں کاروانِ کربلا  
مستعدِ مردم کشی پر وحشیانِ کربلا  
مختصر کیجے تو یوں ہی داستانِ کربلا  
ان بہترین رکھی دنیا میں شانِ کربلا  
انتہائے ظلم پر تھے ظالمانِ کربلا  
بڑھ گیا صبرِ شہ تشنہ دہانِ کربلا  
خون چکان داستانِ کربلا  
حیف اتنا بھی نہ سمجھے ظالمانِ کربلا  
عرشِ سحر کچھ کم نہیں ہے آسماںِ کربلا  
اے حسین ابنِ علی روحِ رواںِ کربلا  
بل گئے سجدہ کی خاطر سا جہانِ کربلا

سر تصدق کر کے تھوڑے لاج رکھ لی دین کی  
خون سے سینچا جب ریگستان میں پانی ملا  
جائے پیدا بش تھوڑے سلام کی مکہ ضرور  
کاش ہم ہوتے حضور سی میں تو ہوتے فیضیاب  
بے کسی میں بھی رہے سلام پر ثابت قدم  
کر سکی دنیا نہ پیدا آج تک تم سے بشر  
گور فاقہ میں نظام زندگی بگڑا مگر  
آج تک نیلے دل میں پھر رہے ہیں بابا بجا  
خوف بھی تھا بھوک بھی نقصانِ دل و جانِ آل  
جب کسی صورتِ پیاسوں تک سائی ہو سکی  
صغیر جاں باز تو نے ماجھے تشنگی  
فاطمہ روئیں گی محشر میں قلق سے بچکر  
سر پٹا شانے کٹے چھوڑی نہ قدموں سے زین  
کاروانِ مصطفیٰ قیدی ہوا تو بن گئے  
زندگانی میں مقدر نے اگر شرکت نہ کی

اے شہیدِ راہ حق اے راز دانِ کربلا  
گلشنِ سلام تو نے باغبانِ کربلا  
پرورش لیکن ہوا ہے در میانِ کربلا  
رشتہ لکھا تھا ہی تم پر ساکنانِ کربلا  
آپ پر لاکھوں سلام اے بیگانِ کربلا  
ناصر دینِ خدا کو ناصرانِ کربلا  
بن گئے ہمت میں شہ کے دوستانِ کربلا  
زندہ جاوید ہو کر کشتگانِ کربلا  
امتحان سا امتحان تھا امتحانِ کربلا  
سر پٹا رہ گیا آپ روانِ کربلا  
لب دکھا کر کندیلے بے زبانِ کربلا  
حضرت زینب کے شانے ریسمانِ کربلا  
نام ہی عباس کا وردِ زبانِ کربلا  
حضرت زین العابدین ساربانِ کربلا  
کربلا پہنچیں گے مگر عاشقانِ کربلا

ہی در مقصودِ رشتہ میں سی کے منہ کا  
روز و شب مرغوب رہے شیخِ خوانِ کربلا



## قصیدہ

## ماویٰ ہاشم

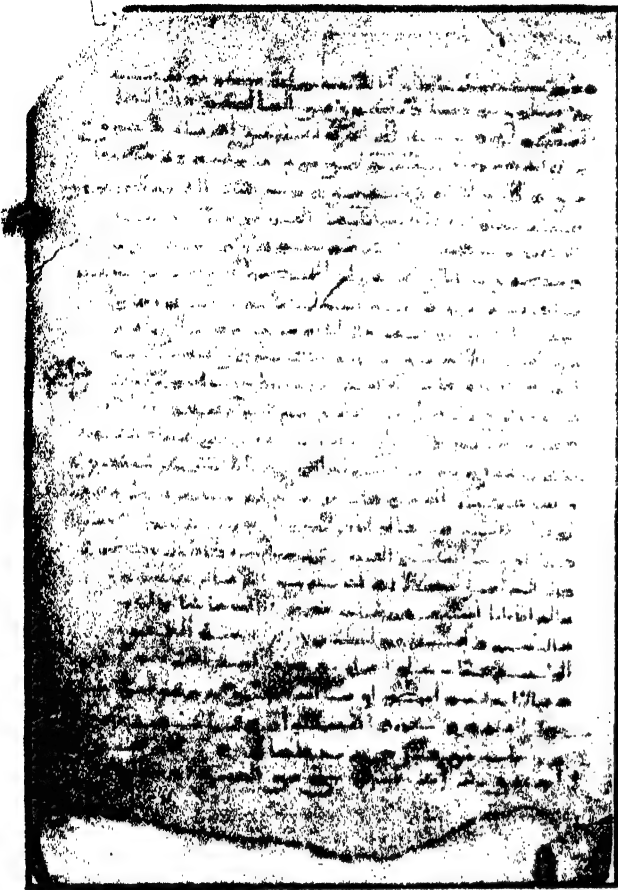
جناب سید فضل حسین صاحب قیصر رضوی سبزواری چھوٹی سب پیکر کھیری

وہ حمد میں دن دن بھر ہنسنا وہ ماں کو ہنسانا کیسے  
وہ نشوونما رفتہ رفتہ روزانہ شبانا کیا کیسے  
وہ عاریتگو ایک ایک اداجسودہ جانانا کیا کیسے  
وہ پیشہ میں پھرنا گھر گھر بچپن کا زمانا کیا کیسے  
وہ بھائی بہن کا مل جلکر ہر ناز اٹھانا کیا کیسے  
اس حشر خراپی کے اندر عسکر ممدردانا کیا کیسے  
یعنی عالم میں ان کے پدر حیدر کا زمانا کیا کیسے  
یہر شاہ جہاں کے بیٹے کی شان شایانا کیا کیسے  
پھر کدن اس شہزادہ کا کوئی آسنا کیا کیسے  
وہ جسودہ حسن و جوانی کا وہ بیاہ رجانا کیا کیسے  
پھر سبھا صغیر سے جو ہوا برگشتہ زمانا کیا کیسے  
وہ سناکم کی بے ادبی پر غصہ کا آسنا کیا کیسے  
اب گھر سے بے گھر ہونا ہے باہر ہر گھوکنا کیا کیسے  
وہ دیکھ کے رسالہ کو تنہا آنکھیں دکھانا کیا کیسے  
وہ تیغ برہنہ قبضہ میں نعرے سننا کیا کیسے  
وہ ہشتم کی شب دریا سے پانی کا لانا کیا کیسے  
اس ستم و کیا کو کیا کیسے وہ صبر و کھانا کیا کیسے  
اس نوا اور دھوپ کی گرمی میں تلوار چلانا کیا کیسے  
میدان میں ہر سولائش کے وہ ڈھیر لگانا کیا کیسے  
اعدا کا لڑنا کانپ اٹھنا وہ گھبرا جانا کیا کیسے  
تلواروں کی جھنگاروں میں وہ رعب جما کر کیا کیسے  
پڑا پڑا کے رجز حیدر کی طرح وہ رن کو ہلانا کیا کیسے  
وہ گھاٹ پہ لڑنا کیا کیسے وہ نہر پہ جانا کیا کیسے  
ستھور جہاں میں آن بھی ہے تیرا فنا کیا کیسے

وہ بیٹے پہل بس و با میں تشریف کا لانا کیا کیسے  
وہ عیسوی کی ساریت میں غوغاش میں رننا کیا کیسے  
وہ نور فروزاں چہرہ پر وہ سحر نگاہی کیا کیسے  
وہ دنیا کے بے خسری میں طفلی کے ہمو و لعب کے دن  
وہ نادانی وہ ناسمجھ وہ ہٹ کرنا وہ رُود دینا  
اس فتنہ قیامت کے اوپر پیرا ہن پورست کی عروہ  
اعلیٰ حق پرست کیست پر آغا محمد امامت ہے  
پھر دور خلافت کا آدایہ نام سرت ماتھ لے  
نہرا کد نہ شہر مدینہ سے شہید ملی دامن کرم کی  
چہرہ بول ناموس میں نظرت کی اجا تک بیداری  
کہ جہد خلافت بھائی کا بس شان سے گزرا ہرگز  
وہ آبدست کم ہمت کی وہ طلبی دار ملکیت میں  
اب ہمیں آگے دلت کھٹن درپیش ہیں رنج و غم ہنسنا  
وہ کرب و بد کے بن میں آنا یاد کرد تیا و اول کو  
وہ کمر بستہ کم کے خمیوں کے پھرنا اور ہلائیہ رتوں کو  
وہ انسان سے سقانی کرنا چہراہ لئے جزا ووں کو  
وہ ستم و کیا کیا کتنا وہ شان طاقت کیا کیسے  
اس جوع و عطش کے غلبہ میں وہ ہمت و جرات کی شائیں  
اس غیظ و غضب کا کیا کتنا اس آن شجاعت پر قربان  
ان تکیوں کے نعروں سے گھمسان لڑائی کے اندر  
وہ کمر کر ٹل گئے نظروں سے ممتاز بہادر لشکر کے  
بڑھ بڑھ کے وہ حمیوں کا کرنا مانند ہمزہ اور جعفر کے  
وہ مشکیزہ زب شاندہ وہ ہاتھ میں جھنڈا لشکر کا  
سے سیر علی عباس جری الے ماویٰ ہاشم لکھنا!

کچھ اور بھی لکھتے قیصر آلام و غم ہوتے نہ اگر  
افزونی ہر تشویشوں میں دشمن ہر زمانا کیا کیسے

عکس تحریر حضرت امام جعفر رحمہ اللہ



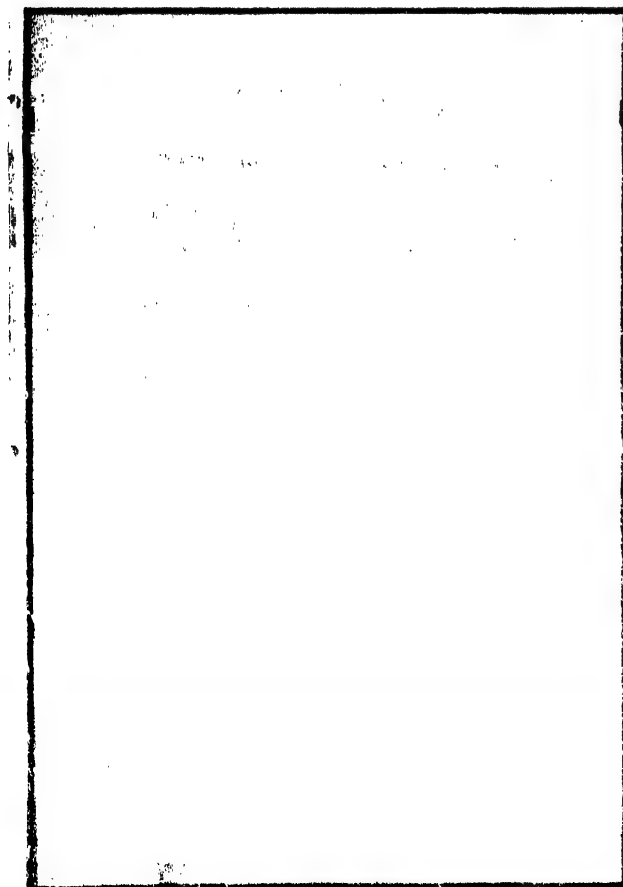
امام مدنیج کے دست مبارک سے لکھ ہوئے قرآن پاک کے ایک صفحہ کا فوٹو



مذہب سیدین و شہداء حسین علیہ السلام صاحب برادر یحییٰ مدنیج انتظام و امور بخدا و سید اہل بیت کا خطبات مبارک

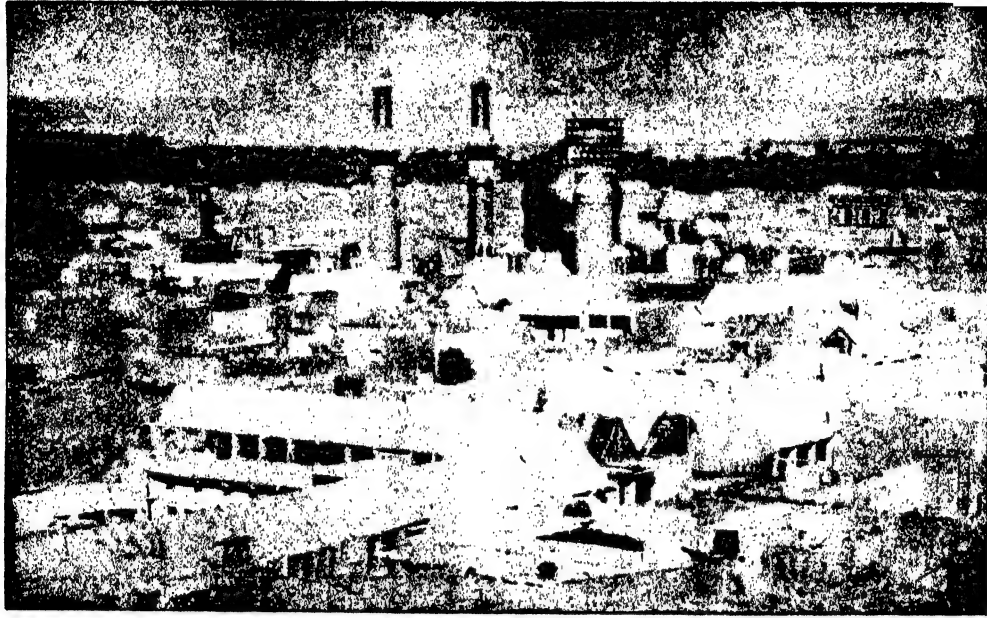


جناب مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب برادر علامہ عروسی بذا

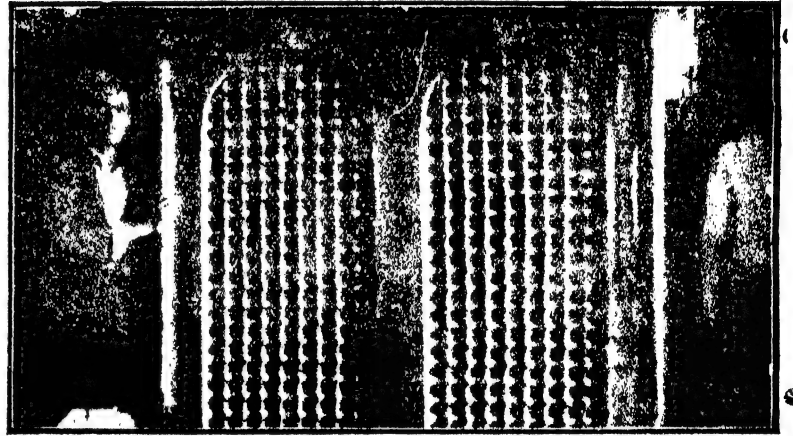


امام جعفر صادق علیہ السلام کے مد اور قرآن مجید کے تحریر کی صفحہ جو محمد علی بن ابی طالب کے صفحہ ۲۰۴ میں لکھی





لاہور کے منظر



رومہ حضرت مسلمان کا اندرون فی حصہ



جناب آغا محمد جعفر حسین صاحب و آغا محمد کاظم حسین صاحب (ڈاکٹر) پسران خان بہادر نواب آغا محمد علی حسین صاحب بہادر مرحوم فیروزہ جناب نواب آغا صاحب مرحوم بالی چپ تعزیتہ لکھنؤ۔



قبیلہ بنی اسد کا دفن لاش کی شبیہ نکالنا

# الفضلیہ الرائیہ

حضرت مولانا ابی الفضل العباس علیہ السلام کی شان میں صدر الملائہ حضرت مولانا السید محمد عجبی صاحب قبلہ دام ظلہ مجتہد العصر سرپرست دائرۃ الاشاعت نوکا نوہ کے معرکہ الآرا قصیدہ مترجمہ مولانا نسیم سید ابو محمد صاحب نوکا نوہی پیشمازجا شہد

سأفهم لها في القلب طال سعيها على ان رماها اللحنه ومقصودها  
میرے دل میں محبوبہ کے کچھ ایسے ترہوت ہیں جن کی سوزن طول کھینچ گئی ہے باوجود  
اس کی نگاہ نے ان کو ایسے حال میں مارا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے ہیں۔  
غنى بين عينيها عن الخلق كله وان انزالت الشال شوقاً ففديها  
عجبہ کا مقصد تمام دنیا سے ہے نیازی ہے اگرچہ اسکا محتاج نگاہ کیم فراطوق میں لگتی ہے  
سوال و سل کرتے۔

غدا اترها في الطول مثل ثاقي وانی دون العالمين اسیرها  
اُسے کیسورازی میں میری بے خوالی کی طرح میں اور میں ہی اُن کا اسیر ہوں زمانہ میں اور کوئی نہیں  
اذا ابت فواذ الصب قد خصرها ولكن جری من مقلدی غديرها  
اُسکی لکڑی باریکی نے عاشق کے (میرے) دل کو گھلا کر پانی پانی کر دیا لیکن یہ پانی یوں نکلا کہ  
میرا دریا بے چشمہ بنے لگا۔

حواجب عينيها هجمن على الحشا كجند دغاها للهجوم اسیرها  
اُس کی پلکوں نے میرے قلب و بگڑ پر اُس فوج کی طرح حکم کر دیا کہ روئے حاکم لیلہ بایام  
على عينيها السوداء سيف فهدى فهدى من ماء السيف ليلاً سیرها  
اُس کی سیاہ آنکھ پر ایک منہ دی تلوار ہے اور اُس کا قصہ گورات بھر اس تلوار  
پانی پیتا ہے۔

ومِنْ وَجْهِهَا السِرْقُ النور طيبه لذا قطعوه وهي لشرق نورها  
گل نے اُس کی رخساروں کی خوشبو چرائی ہے اسی لئے لوگ اسے کاٹتے ہیں اور  
حال یہ ہے کہ محبوبہ کا نور ہمہ وقت چمکا رہتا ہے۔

لها ساق نور تنشق الضوء طالعا عمود الصباح المستنير نظيرها  
اُسکی پنڈلی نورانی ہے جو تیز روشنی بھیلاتی رہتی ہے اور روشن صبح کا ستون اُسکی نظیر  
لقد ضاق وسم الارض بعد ارضا فلم تنسع للصب الا قبورها  
جہاں سے محبوبہ کا حسن کردہ دور ہے وہاں عاشقوں کے لئے وسعت زمین تنگ ہو گئی ہے  
پس اب عاشق کو سرت قریب ہی میں جگہ مل سکتی ہے

لما نالت عني بسيا رة النوى مني فواذى لى لو وقف عيزها  
جب وہ دوری کے قافلہ کے ساتھ مجھ سے دور پہنچ گئی تو میرے دل میں مَن ہوئی کہ  
ایسے کاٹش اس کا قافلہ ٹھہرنا۔

فناديت هذا الركب لو تمهلوا انذهب سلمى والمحبت انسبها  
نہیں میں نے ان سواروں کو آواز دی کہ کاش تم ٹھہر جاؤ کیا سلمیٰ طلی جا رہی ہے اور  
عاشق اُس کا اسیر ہے۔

فلما انتهوا عن سرعته وتعطفوا قال قسوا القوم جهرا كبرها  
تَشَيَّتْ لها في مشيتي متبغرا لا في نفسي كنت قد ما كبرها

پس جب وہ لوگ تیزی سے باز آئے اور بڑے اور اُن سے اُن کے سرور اور بڑے  
لمنہ کہا کہ "کٹھن جاؤ" تو میں محبوبہ کی وجہ سے تار کی جال پر اس کے لپٹا کر بڑے  
سے میں ہی اُن کے قابل ہوں۔

نقش بخطوة بعد خطوة من على الزاير ان نصبت اسیرها  
قدم اٹھانے اٹھانے سے وہ یہ منہ بہ منہ ہو کر نکلتے یعنی میں اُس سے قریب ہوں  
ہو جاتے دن نہجی بوجہ قیام

اور جب وہ اپنے روتے روئش کے ساتھ مجھ سے قریب ہوئی تو جانا اس کی تابش حسن و  
بمال تالش ماہ خورنہ کو شرم و کرم ہوا۔

تملت لها لقا ذات من الغنى و اس یاروحی فواج نریدها  
اور جب اُس کو نکلتے میں کہی ہوئی تو میں نے اس سے کہا کہ میری جان کہاں جاتی ہے  
یہ سنتے ہی اُس کی آنکھوں میں میحان پیدا ہو گیا۔

فلما اتى مطاميرها ابوجهم فادى مع الايو طر اسیرها  
فوجا ہی میں اُس کے گمراہ پر ایک روشن روشن دیکھا اور اُس کا نام رضی لیس  
آسمانوں نے ترسنا کیا۔

بللت لها بالقلب والعين ساعة واكاب نفسي دمعها وزفيرها  
میں بھی دیر تک اُس کی وجہ سے دل کی آنسو اور ان آنکھوں سے روتا رہا اور  
اور اُس کے آنسو اور آنسو نے میری آنکھوں سے پونچھا۔

وقلت لها صبرا جميلا وسورة فلا تمنع من غديرها نصيرها  
اور میں نے اُس سے کہا کہ صبر جمیل اور وہ جس روئے تو اُن کی کس کا کوئی مددگار نہیں  
ولما تاملت البصيص بوجها ونور قنبري اسستها ثم هنيرها  
عشرت علی بد روکن قریحتی راشت جہہ شمس لضعی تستنيرها

اور جب میں نے غور سے اُسکے چہرہ کی چکاس کو دیکھا اور اُس کی روشنی نے میرے  
قلب سرگشتہ کو متور کر دیا۔  
تو مجھے ایک چاند نظر آگیا لیکن میرے دل نے ایسا آئین نورانی پیش کیا کہ وہ لکھا ہے کہ  
جس سے آفتاب و رخشاں بھی روشنی حاصل کرتا ہے۔

هو القمر الوضاء من ال هاشم رئيس مزارع مجتهد اسیرها  
وہ ماہ نمایاں بنی ہاشم ہیں جو اُردو سے اسل و تاب و فضل کے تیرے وزیر ہیں۔  
فتی كره من صولة حیدریہ ریح الحرب فی مطبات لثاقه بدیرها

آپ ایسے ہوان میں کہ آپ کے بہت سے عید و مناسبت ہوں آپ کی کالی  
تنگ کی چکی چلاتے ہیں۔

هو الجعهر الطيار في القوم ثانيا به جنة الفردوس ترهوقصوها  
آپ انچھانڈان کے دو سر ہر جعہ طیار ہیں آپ کی وجہ سے جنت الفردوس جنت میں رہتے ہیں اور رنق پر  
لجاش بہ ام البنین و حیدر ابوہ انتسا با بعدہ اسیرها

آپ کی مادر گرامی قدیم لہجہ میں اور آپ کے پیدائشی گھر میں وہاں رہتے ہیں۔

فَتَمَّ فِي عَلِيٍّ فِيهِ غُرُ خُصَالِصِ حَبَاهُ بَهَارُ الْعُلَى وَامِيرُهَا  
عَلِيٌّ قَتْلُ لِي رِيْشِ سَفَاتِ آفِ مِیْ بَیْ جِو آپ کو تداے برتر اور ولی صفات نے  
مطافذ مانے ہیں۔

أَنُورُهُ تَوْرِي عَلِيٌّ كُلَّ نَسِيرٍ فَيُجْعَلُ حَتَّى فِي السَّمَاءِ مُنِيرُهَا  
اور آپ کے انوار ہر روشن چیز پر عیب لگاتے ہیں یہاں تک کہ نیز فلک بھی شرمندہ  
ہو جاتا ہے۔

هُوَ الْفَلَكُ فِي الْجَمَاعَةِ وَنَجْدُهُ هُوَ الْفَلَكُ فِي الْجَمَاعَةِ وَهُوَ مُنِيرُهَا  
آپ دنیا و بہشت میں اکمل و اعلیٰ ہیں آپ لڑائی میں قطب اور مدیر جنگ ہیں  
لَا عَقْدَ عَدْلٍ كَحَيَاةٍ سَمَاءٍ حَتَّى وَهَلْ لِسَوَاةٍ مِثْلَهَا وَنَظِيرُهَا  
آپ میں عدالت و عدل و میا اور سخاوت ہے اور کسی دوسرے میں ایسی صفات نہیں  
مَطِيْعٌ آفِ سَاحِدٌ ذُو كَرَامَةٍ تَحْيِيْرُ الْبُلَايَا إِذَا يَفُوحُ عَبِيرُهَا  
آپ خدا کے مطیع عالی منسلک اور صاحب کرامت ہیں جب ان اوصاف کی خوشبو  
مکنتی ہے تو دنیا و بہشت میں ہر جگہ پھیلی ہے

أَبُو الْفَضْلِ وَالْإِحْسَانِ الْعَزِيزِ الْغَوَالِقِي كُنِيَ نَضْعَتِ فِي النَّاسِ مِنْ لِسْتَعِيْرُهَا  
آپ ابو الفضل ابو الاحسان ابو العزت ابو القتی ہیں اور یہ ایسی کنیتیں ہیں کہ  
اگر کسی اور نے اختیار کیں تو انہوں نے اسکو آمیوں میں رسوا کر دیا۔

لَهُ فَرَسٌ مِثْلُ السَّفِينَةِ حَبِيرُهَا وَصَوْنُهَا سَبِيلُ لَدَاءِ غَدِيرُهَا  
آپ کا گھوڑا ایسا ہے کہ اس کی رفتار کشتی کی طرح ہے اور اسکے نیچے بیتوں جیسے ہیں وہ  
مدد کی جگہ ہیں۔

لَهُ الْمَنْصِبُ عَلَى مَسَاعِدِ رَفْعَةٍ فَتُخْضَعُ أَجْلَالُ دِيَارِهِ وَدُرُهَا  
نورانیت اور مہندی و رفعت کے لحاظ سے آپ ایسے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں کہ چاند بھی  
آپ کے سامنے عاجزی سے سرنگوں رہتے ہیں۔

أَيُّ مَنَ انْ يَهْوِي عَلَى الْأَرْضِ شَاهِقٍ وَمِنْ حَوْلِهِ تَهْجِيْلُ السَّمَاءِ وَنُورُهَا  
کیا یہ ممکن ہے کہ ایسی بلند ہستی زمین پر گر جائے حالانکہ شہاب ہاے فلک اور ان کا  
نور بھی آپ سے نیچے ہیں۔

وَتِلْكَ الشَّجَرَاتُ الَّتِي قُبِيتَ لَهَا عُدَاةُ عِلَاحِ حَرْبٍ لَطْفُهَا سَعِيرُهَا  
یہ و شجاعتیں ہیں جو اس دن ثابت ہوئیں جبکہ جنگ کر بلا کی اگر بھڑکی،

وَلَوْ قَالَ اِذْ نَ الْحَرْبُ مِنْ سَبْطِ أَحْمَدَ لِمَا بَقِيَتْ مِنْ كَوْنِهِ الْمَجْدُ دَوْرُهَا  
اگر آپ کو نواسہ رسول کی طرف سے اذن جنگ مل جاتا تو کو نہ جھاؤنی کے  
گھر تک بھی باقی نہ رہتے۔

وَهَيْئًا بِأَمْرِ بْنِ الرَّسُولِ وَفَاحَهُ قَتِيلُ الْمَصِيَّاتِ الصَّعَابِ كَسِيرُهَا  
آپ کی وفا حکم فرزند رسول پر موقوف ہے آپ سخت شدید مصائب کے کٹتے  
و شکستہ ہیں،

حَسِيْنٌ لَدَى الْأَحْكَامِ مِثْلُ مُحَمَّدٍ وَعَبَّاسٌ الْغَطْرُفُ بَعْدَ أَمِيرِهَا  
سید الشہداء رسول کی طرح صاحب احکام ہیں اور سید و سردار اہل مروت  
و سخا صاحب حسن و شرف جناب عباسؑ (امیر المؤمنین کی طرح) ان احکام کے  
نافذ و جاری کرنے والے ہیں۔

وَارْضٌ بِمَا بَدَرَ مِنْكَ لَهَا شَمْرٌ فَطَوْبُ لَذَى خَطِّ سَعِيدٍ بَزْوَ رُهَا  
اور جس زمین پر نبی یا شہم کا چاند ہے جو خوش نصیب اس کی زیارت کرے  
وہ قابل مبارکباد ہے۔

فَيَا بِنَ عَلِيٍّ هَلْ لَعَبْدٍ وَسَيْلَةٍ أَلِيَّكَ وَهَلْ فِي الْمَعْكَذَاتِ خَصْوُهَا  
پس اے فرزند علیؑ کیا آپ تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ ہے اور آیا اس سرزمین  
تک پہنچنا ممکنات سے ہے

فَفَتْحٌ هَمُومِي نَجْنِي مِنْ كَابِتِي فَانِي هَرَايِعُ الْمَهْلَكَاتِ كَسِيرُهَا  
آپ میرے غموں کو دور کر دیجئے مجھے رنج و مصیبت سے نجات دیجئے کہ میں ملک  
بلاؤں کا کچھاڑا ہوا اور کٹتے ہوں

تَقْبَلُ مِنَ الْعَبْدِ الذَّلِيلِ قَصِيدٌ فَصِيرٌ عَنِ الْمَوَالِي الْجَلِيلِ خَطِيرُهَا  
اس عید و میل کی طرف سے یہ قصیدہ قبول فرمائیے جس کا وہ حصہ بھی آقاؐ طیل  
کی شایان شان نہیں جو عمدہ اور بلند ہے چہ جائیکہ باقی،

(سمط الدرد)

ابو الفضل العباسؑ بنز کی تباری میں کارکنان معجروت  
تھے اس لئے ۲۱ جنوری ۱۹۳۱ء کا پرچہ شائع  
نہیں ہوا  
میں

# ذکر حسینؑ

(انحضرت علامہ عرشی بنارس اعلیٰ اللہ مقامہ)

زیب بیاں ثنا کے امام حسینؑ ہے  
فردوس زیر پائے امام حسینؑ ہے  
دل کی ضیاء و لائے امام حسینؑ ہے  
حق کی رضا و رضاے امام حسینؑ ہے  
کیا مدح ہے حسینؑ علیہ السلام کی  
اس نیک تذکرے سے ہے رونق کلام کی  
دریا کے نور کا در غلطاں حسینؑ ہے  
روح رواں پیکر ایماں حسینؑ ہے  
دوشنبہ نبیؐ یہ جلوہ شہید دیکھئے  
بالائے عرش نور کی تصویر دیکھئے  
ابر مطہر رحمت داور حسینؑ ہے  
حق جس کا مشتری ہے وہ گوہر حسینؑ ہے  
قدر ہی درود پڑھتے ہیں اس نام پاک پر  
سجدے فرشتے کرتے ہیں تربت کی خاک پر  
دینا چہ صحیفہ عالم حسینؑ ہے  
فخر بیج و وارث آدم حسینؑ ہے  
اعلیٰ بھی مرتبہ میں شرف میں رفیع بھی  
روز حساب امت سر کا شفیع بھی  
لڑی مرتبت بھی صاحب رعب و جلال بھی  
خیر النساء کا لال بھی اور خیر آل بھی  
بامنزات بھی صاحب اوج و وقار بھی ہو  
غالی گہر بھی دوشنبہ نبیؐ کا سوار بھی ہو  
رہبہ ہے ہر شہید سے بہتر حسینؑ کا  
مومن کے پاک قلب میں ہو گھر حسینؑ کا  
سردے کے سرخ و سر دربار ہو گئے  
فردوس کے جوانوں کے سردار ہو گئے  
وہ بیکسی وہ ٹوٹی ہوئی ہر طرف اس  
بیٹھے ہوئے ہیں سوچ میں کچھ شاہ حق شناس  
سینے میں بیقرار ہے دل لب پہ آ رہا ہے  
حسرت سے ایک ایک کی جانب نکلا رہا ہے  
دیکھا بہن نے غور سے بھائی کا حق حال  
کیوں خیر تو ہے فکر ہے کیا اور کیا خیال  
کی عرق دست بستہ کر لئے سیدہ کے لال  
کس امر میں یہ غور ہے کس بات کا لال

بھٹیا یہ کیوں بنے ہوئے تصویر پر اس ہو  
 بتلاؤ تمہیں سر کی فتنم کیوں آؤ اس ہو  
 - غرستم شعاروں سے کیوں گفتگو ہوئی  
 فرمایا اب تو صلح کی صورت نہیں ہی  
 آما دہ جنگ پر ہیں کہ مائل بہ اشتی  
 مائل ہے طبع جنگ پر اعدائے دین کی  
 رتبہ نبی کی آل کا پچاسے نہیں  
 ہیں اپنی ہیٹ پہ باقی شرماتے نہیں  
 جسے گئی سنا جو یہ وحشت اثر پیام  
 لازم ہے آپ کو بھی حفاظت کا انتظام  
 چشم خم یہ بھائی سے بولی وہ نیک نام  
 لکھے خطوط اپنے محبتوں کو یا امام  
 سب بیوں کو جا بجا خبر جنگ دے سکے  
 موقع نہیں سے دیر کا بچیل کھنکھے

اس بند کے بعد مفلوم کر بلا کا حبیب ابن مظاہر کو خط لکھنا اور قاسد کا حبیب کی خدمت میں پہنچنا اور  
 حبیب کا اپنی زوجہ کے نام کے خط کا چھپانا اور زوجہ حبیب کا نصرت امام پر حبیب کو ترغیب دینا حبیب کا اپنے  
 غلام کو بیرون شہر سواری لے کر انتظار کرنے کا حکم دینا اور غلام حبیب کا تاخیر آقا پر آمد سفر ہونا۔  
 وغیرہ وغیرہ اپنے خاص رنگ علامہ مذکور نے نظم فرمایا ہے اور آخر کے چند بند جو حقیر کو بچہ پسند ہیں  
 ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ مرتضیٰ رضوی۔ مسکو شری رضویہ دارالاشاعت صوبہ بہار کچھوہ خلع سارن)

گھوڑا امثال برق چمکتا ہوا چلا  
 اک جام عشق سقا کہ چمکتا ہوا چلا  
 سبزہ تنقا باغ کا کہہ سکتا ہوا چلا  
 مڑ مڑ کے منہ سوار کا نکلتا ہوا چلا

آیا نہال فاعل زہر کی کشت میں  
 سردار کو لئے ہوئے پہونچا بہشت میں

یاں منتظر تھے سخت دل سید انام  
 ذکر حبیب کر رہے تھے شاہ خاص مام  
 ناگاہ چو بدارنے آکر دیا پیام  
 آقا حبیب ہوتے ہیں حاضر پیر سلام

بچپن کا دوست آیا جو تسلیم کیلئے  
 شبیر اٹھ کھڑے ہوئے تعظیم کیلئے

حبیب حبیب ابن مظاہر کا سکے نام  
 فضہ سے مڑ کے کھنکھنے لگیں اس طرح کلام

پہونچا ہے تو حبیب سر جا کر مرا پیام  
 کہنا کہ مطمئن ہوئی اب خواہرا امام  
 مشکور قلب سے ہے نوا سبی رسول کی  
 تم کو سلام کہتی ہیں بیٹی بتو ل کی

# پرفیسر ہمدردی

(از جناب بیباک ماہلی مدللہ)

بئی اُمیہ کے خونخوار بھیڑیوں کی فہرست میں جو آل رسول کا خون پینے کے لئے کر بلا کی تپتی ہوئی ریت پر جعے کے گئے تھے شمر کی منحوس ذات ایسی نہیں ہے جس سے دنیا واقف نہ ہو اور یہ نہ جانتی ہو کہ حسین کا احسان اس کے سر پر تھا۔ حسین نے اسے قید کی حالت میں پانی پلایا تھا اور باپ سے اس کی رہائی کی سفارش فرمائی تھی۔ کوئی شریف انفس ہوتا تو اس احسان کا معاوضہ نہ معلوم کس صورت میں پیش کرتا۔

لیکن یزیدی دور میں جبکہ ظلم و ستم کی فراوانی و وجہ برستی اور فریادی و نقتہ انگیزی کا جال ہر طرف بچھا ہوا تھا۔ شام و عراق کے مکاروں و دغا بازوں کو افہام و اکرام کی تحریص و جاہ و منصب کی ترغیب دے کر اسٹیج شیشے میں اتارا جا رہا تھا کہ وہ اپنے فن فریب کاری و مکاری سے شجر حکومت کی جڑ کو کھوکھلی نہ ہونے دیں اور سختی الامکان رسول کے چھوٹے نواسہ حسین کا بھی خاتمہ اسی انداز سے طلسمی جال بچھا کر کر دیں جیسے بڑے نواسہ کا کیا گیا۔

اس وقت شمر جیسے ہستاد و زرق و شہ کا حکومت کی ناک کا بال ہو جانا اور احسان فراموشی کا جام پی لینا نہایت آسان تھا۔ چنانچہ اسکی کوفہ کے مطلق العنان گورنر کے سامنے جو کہ حسینی معاملات کے سیاہ و سفید کا مالک بنا کر بھیجا گیا تھا اپنے کو حسین علیہ السلام کا پکا دشمن بنا کر پیش کیا اور ابن زیاد کے دماغی منصوبوں کے میدان عمل میں لاسنے کا ذریعہ بن گیا۔ پھر کیا تھا ابن زیاد نے اس کے دل و دماغ میں چھپے ہوئے تمام زہریلے مادوں کا مطالعہ کر لیا اور اپنی ظالمانہ سیاست کے ترکش کا تیر بنا کر عمر ابن سعد کے اس خطا کے جواب میں جو حسین علیہ السلام سے صلح و مصاکحت کے ضمن میں کر بلا کے میدان سے آیا تھا۔ میدان ینوا کی طرف روانہ کر دیا اور صاف لکھدیا کہ اگر تجھ سے سرداری لشکر نہیں ہوتی تو اب تک حسین سے صلح و مصاکحت کی گفتگو میں اکھا وقت کو ضائع و برباد کر رہا ہے تو اپنی جگہ شمر ذی الجوشن کو دیدے۔

گو اعراب میں رشتہ اخوت و ہمدردی زیادہ تر باپ کی نسل سے زیادہ وابستہ تھا اور ایک ہی باپ کا دادا یا پردادا کی اولاد میں اتحاد و اتفاق ہوتا تھا تاہم ماوری سلسلہ کو بھی اس میں بہت دخل تھا۔ اکثر شادی و بیاہ کے ذریعہ سے بھی دو قبیلوں اور خاندانوں میں نہایت مستحکم سلسلہ یکجہتی پیدا ہو جاتا تھا اور ماموں اس رشتہ اخوت کی

منہبوط کڑی سمجھا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اس قبیلہ و خاندان کے تمام لوگ ماموں و نانا کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے جس قبیلہ کی عورت ہوتی ہے وہاں کے تمام لوگوں سے مذاق کیا جاتا ہے اور وہ سب کے سب خشرانی رشتہ میں منسلک سمجھے جاتے ہیں۔

چنانچہ میدان ینوا میں آنے کے ساتھی شمر کی پرفریب نگاہ جناب حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام پر اس ماموں و کھانکے کے اعلیٰ رشتہ سے پڑی کیونکہ جناب ام البنین سہی تنہا سے تعلق رکھتی تھیں جس میں شمر پیدا ہوا تھا حالانکہ یہ بھی اس کی ایک قسم کی ساسی فریب کاری تھی جو ہمدردانہ لباس میں صرف اس لئے منظر عام پر لائی جانے والی تھی کہ فوج حسینی کی ہیبت کم ہو جائے اور جو خوف و رعب جناب حضرت ابو الفضل علیہ السلام کی حقیقی شجاعت کا ہتھکنڈا ریزیدوں کے دل پر مار رہا ہو کر احساس ناکامی بن رہا ہے مٹ جائے۔

شمر اسے اس کی کیا خبر تھی کہ عباس پروردہ آغوش حسینی ہے۔ عباس کی پہلی غذا حسین علیہ السلام کا لعاب و دہن ہے اور حسین کے لئے رسول مقبول خود فرما چکے ہیں کہ حسین بنی دانا بن احیٰ ہیں۔ پس جو خدا کا و محمد بنی ابن ابی طالب میں آغوش رسول میں پرورش پانے کی وجہ سے بنے تھے سب با ستنائے و حمایت و امامت کے عباس بن ابی سفیہ۔ عباس نے حسین کی زبان مبارک چوس کر وہی فیضان حاصل کر رکھا ہے جو علی بن ابی طالب نے رسول کے چوسنے سے بہت ہو کر حاصل کیا تھا۔ اگر علی کے درمیان بھی انصرت و وفاقت رسول کی طرف سے شک و شبہ نہ ہو تو ان کا تو اہل بیت ابو الفضل عباس کے دل میں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ورنہ علی کی اولاد میں حسین و عباس بھی دیکھنے میں گود و نطفہ آئے ہیں مگر حقیقت میں ایک صنف کے دو موتی ہیں۔ ایک ہی شائع کے دو پھول ہیں درود و نعت کے لئے حسین کے دہن مبارک میں جناب خاتمہ زہرا شفیقہ و زین العابدین کا چہرہ مبارک کے شبیر کی دھاریں ہیں جو آئینہ نظیر میں داخل ہیں اور حسین پر جانا ہے آئینہ انسا رسالت کے بیٹے ہیں اور عباس اب اسکی کے ہیں۔ ام البنین سلام اللہ علیہا کے شبیر کی دھاریں ہیں۔ ام البنین کے چہرہ مبارک کی میٹھی ہیں۔ جن سے علی بن ابی طالب نے اپنے گھر کو نور و تاب دلایا تھا کہ عباس ساسی ساسی و داد و رشتہ کے چہرہ مبارک کی دھاریں ہیں۔



شمر۔ کہاں ہیں عباس و عثمان میرے بھائی؟  
جسے شکر جناب عباس نے جو خیال شب خون خمیہ حسین کی حفاظت  
میں تھے جواب دیا۔

جناب عباس۔ کون ہے؟ کیا کام ہے؟  
شمر۔ میں ہوں۔ شمر ذی الجوشن ان کا ماموں۔ ذرا ان سے کہہ دو  
کہ تمہیں تمہارا ماموں شمر بلا رہا ہے۔

جناب عباس۔ تجھے ان سے کیا کام ہے؟  
شمر۔ ایک ضروری کام ہے؟

جناب عباس۔ کہہ تجھے کیا کہنا ہے؟

شمر۔ کیا تمہارا ہی نام عباس ہے؟ اور تمہیں حسین کے بھائی ہو؟

جناب عباس۔ ہاں! میں ہی حسین علیہ السلام کا ادنیٰ غلام عباس ہوں۔

شمر۔ سنو! اب تک تو سیرا خیال تھا کہ حسین بیعت یزید پر رضامند  
ہو جائیں گے لیکن مجھے ابھی عمر ابن سعد سالار شکر سے معلوم ہوا  
کہ حسین ہرگز ہرگز بیعت یزید نہ کریں گے۔

جناب عباس۔ تو پھر تجھے اس کی توثیق کیا ہے، شاہزادہ کوین  
پروردہ آغوش رسول الثقلین۔ مختار خشک تر ہے۔ امام ابن امیر  
شریعت محمدؐ کی کاؤمہ دار ہے۔ ان الدین عند اللہ اسلام کی حفاظت  
اس کا فرض ہے۔ وہ خدا و رسول کا پیارا ہے۔ اس کے کاموں میں  
کسے چون و چرا کا دخل ہے۔ ہم خادمان کو بجز ان کی کفالت برداری  
کے کیا اختیار ہے جو تو اس اندھیری رات میں میرے پاس  
آپا ہے۔

شمر۔ نہیں میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ تمہاری سفارش سے اس  
بیعت یزید پر رضامند کروں۔

جناب عباس۔ پھر آنے کا سبب؟

شمر۔ صرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں کلیہ جنگ یقین ہوگی اور  
یہ حسین بہتر فرودیں کہاں تک بہتر ہزار کا مقابلہ کریں گی۔ مزید جب  
یزید کی کمک برآتی جاتی ہے تو آخر کار سب کے سب مار جائیں گے۔  
اعد بڑا کشت و خون ہوگا۔

جناب عباس۔ تو اگر تجھے کشت و خون کا ڈر ہے اور تو موت سے ڈرتا  
ہے تو اس وقت میدان کو چھوڑ دے۔ جو کچھ گزرنا ہوگی بہتر ہزار پر  
گزر جائے گی۔

شمر۔ نہیں مجھے اپنی جان کا فکر نہیں ہے بلکہ تمہاری عزیز جان کا  
خیال ہے جس کا لحاظ کرتے ہوئے میں نے چلتے وقت تمہاری اماں کی  
سند یزید و ابن زیاد سے حاصل کر لی ہے اور یہ بھی کر لیا ہے کہ  
اگر علی زری کی خواہش ہوگی تو وہ بھی مل جائے گی۔

جناب عباس۔ (غصہ سے) نف۔ ہے تیرے اس خیال پر اور لعنت کر  
یزید کی ایسی اماں پر کہ حسین کے ایک ادنیٰ غلام کو تو انان ملے اور فرزند رسول کو

تلوار کی تھانوں میں ٹوکر۔ اصرار کی جنگ میں سینہ سپر ہو کر رسول کی رافعت  
کی ہے تو سچ و راستا عباس کو اس وقت تک حسین کی حفاظت کا ذمہ دار  
ہونا چاہیے جب تک کہ عباس کے جسم و روح کا مرحلہ طے نہ ہو جائے  
کیونکہ حسین علیہ السلام کے سامنے وہی تداعی ہے جو رسولؐ قبل اسلام  
کے سامنے تھی۔ حسین جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ مائیکہ کا کلمہ کوہ  
رہن اسلام کی روحانیت کو بچانے کے لئے آئے ہیں۔ حسین کو ملک گیری کی  
ہوس نہیں رہی ہے بلکہ تہذیب و اخلاق و دین و مروت کی آواز دہریاؤں  
کھینچ رہی ہے اور دین محمدؐ کی محبت سے دنیا کی رشتہوں و علیٰ ابن ابیہ  
کی نفرتوں پر پانی پھرتا دیکھ کر کفریت و انحرافیت کے مقابلے میں حسین کو  
کھڑکڑایا ہے ورنہ حسین کی اک ہاں پر فیصلہ تھا۔ جہاں چشم بھی تھا جہاں  
بھی تھی مگر اس صورت میں فاسق و فاجرین اسلام کے قوانین حقیقی کا  
ستارے تسلیم کر لیا جاتا اور رسولؐ کی جان کا بیان و علی کی جانتا لیا  
پر باد ہو جائیں اور کوئی یہ کہتا ہوا دکھائی نہ دیتا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ  
پس اگر علیؑ نے نصرت اسلام میں رسولؐ کے پسینہ پر خون گرایا تو  
آج عباسؑ کا فرضی ہے کہ حفاظت اسلام میں دشمنان اسلام کو حسین کی  
طرف ٹھکھی ٹھکا دے دیکھنے نہ دیں۔

قائد سپہ کی کوئی بات جائز ہو یا ناجائز جب انسان کے مانع میں  
بنا لیتی ہے تو کسی حسن و قبح پر غور کرنے نہیں دیتی اور ہر وقت اس کا  
عملی تقویر پیش نگاہ رکھتی ہے۔ چنانچہ شمر اپنے خیالات کی بنا پر کامیابی  
کا چمکدار چہرہ دیکھنے کے لئے اس ہلکی سی بات کو کہ میں باعتبار قبیلہ کے  
عباس کا ماموں ہوں۔ میں انہیں اپنی طرف ہلا کر فوج حسین کی قوت کم  
کر دوں گا۔ لیکر آگے بڑھا اور شب عاشور حبیبی پر ہول و الم انگیز رات کو  
حسینؑ کا نظیر دنیا کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی جو رات دراصل حسین  
و خاندان کے لئے تاریخ کی کسوٹی تھی۔ جس میں ہر ایک اپنی مودت و  
محبت حسینؑ کا ثبوت پیش کرنے کے لئے بے چین تھا۔ کوئی اسلحہ صاف کرتا  
تھا کوئی تلوار کے صیقل کرنے میں مصروف تھا کسی کی خواہش تھی کہ  
کیسے رات کی سیاہی کو تلوار سے کاٹ کر ابدی حیات کا جامہ جلد پہن لوں۔  
کس طرف مائیں اپنے بیٹوں کو سلاطین کی شجاعت و بہادری کے  
افسانے سننا کر آمادہ پیکار کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ دیکھنا بیٹا!  
کل میدان جنگ میں ڈرنے جانا۔ خوب تلوار چلانا۔ شمر و عمر کو زندہ نہ چھوڑنا  
مشقت پیاس میں دریائے طرٹ نہ جانا یا درکھنا کہ آقاؐ کے دو جہاں پیاسے  
ہیں اور اس وقت تک خمیہ گاہ کا رخ نہ کرنا جب تک کہ تمہاری فتح کا  
ذکا نہ بچ جائے یا سمرقن سے جدا نہ ہو جائے ورنہ روز حشر تجھے  
جناب قائمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا سے ملے ہو ناٹھے گا۔ جس کے ساتھ  
ساقی تسبیح و تہلیل کی آواز سن بھی اس طرح بلند ہوتی تھیں جیسے شہد کی  
کھیاں اپنے بچے پر بول رہی ہوں۔  
شمر خمیہ حسینؑ علیہ السلام کے قریب آ کر کہنے لگا۔

# افریقہ کے عراخانے

(ا. ب. سید شفاق حسین سبکدیس امرہ ہوی)

یوں تو سلسلہ عداوتی تقریباً دنیا کے ہر حصے میں پائی جاتی ہے لیکن مجھے تو ان وحشی اور اجازت مقامات پر پیغامِ نبی کی نشر و اشاعت کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے جہاں پر مذہب و مذہبیات سے دنیا کو نفرت ہے اسی میں ایک ماڈاگا اسکریہ یہ جزیرہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب جزیرہ ہے۔

یہاں کی لاندہیت کے ہوتے ہوئے اس جزیرے کے مختلف بندر گاہوں اور دیہات و قریوں میں ع. ا. خانہ امام حسین و اسی کے عقب میں ہر جگہ ایک ایک مسجد ہے ایم ع. ا. میں تمام شب و روز یہاں کے باشندے اپنے کاروبار بند کر کے بچھیا ع. ا. خانوں میں مقیم رہتے ہیں اور اعمالِ خیر جالس و ماتم سے اس نئے نسیم کی آبادی میں ایک نیاریکار و تمام کر دیتے چنانچہ ماڈاگا اسکریہ میں مسلمانوں کے دو ہی زمانے شمار کئے جاتے ہیں رمضان و عیدِ محرم و چہلم یہاں پر تمام جماعت کی جانب سے مرد و عورتوں کے لئے تمامی عشرہ ایک عظیم لشکر خانہ جاری رہتا ہے یہاں کی رسم کے مطابق ستورات سیاہ لباس کو خاص طور سے صرت ایام ع. ا. ہی کے لئے مخصوص سمجھی ہیں اور سرگھر کے کچھ نہ کچھ افراد کا حصہ ہر وقت جماعت خانہ میں حاضر رہتا ہے ہزاروں ع. ا. کو تمام جماعت کی طرف سے کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے بعض مقامات پر تو یہ بھی نکلتا ہے اور بعض جگہ آپس کی خانہ جنگیوں سے متروک ہو جاتا ہے بدستھی سے یہاں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو ماڈرن ٹائپ کی ہر چیز دیکھنا چاہتی ہے بہت سی وہ انیس و مختلف و آئین سلسلہ ع. ا. کیلئے قائم کی گئی تھیں مگر اور سیر و تفریح کے لئے بدل گئیں بہت سے گھرانوں میں فریج مکت کی آدراہ روی کے مطابق بجائے سین و علی و علی کے جاریہ دنیا میں کے نام مطابقت کی جانے لگی غرض کہ یہی مذاق کے ماتحت چند لوگوں کا خیال ہے اور یہ داری یہاں کی وضع کے خلاف ہے لیکن اب کچھ لاندہ ملنا سسرور حسین صاحب تہذیب جو اپنی امت سالہر و چو سے ان جرائم کے لئے ستم قائل ہوئے ہیں یہاں سب بیداری کا سبق بتا رہے ہیں اور اس کا نتیجہ ہو کہ وہ حضرات جو سلسلہ و مذاق میں اکثر مسند ع. ا. پر بٹھانا اپنی توہین سمجھتے تھے برابر مشرک ع. ا. ہوتے ہیں۔ مولانا نے ہر ع. ا. خانے میں مستقل فنڈ کے ساتھ ایک ایک تقیمی درگاہ کا سلسلہ بھی قائم کروایا ہے اس کا سبب بڑا اثر یہ ہے کہ ایک تو وہاں جمعیہ ادارہ کا قیام ہوتا ہے دوسرا ان لوگوں کی پست و بخت کے ساتھ علمی ادبی و ہمدانی رشتہ بھی پیدا ہوتی جاتی بعض بعض مقامات پر ہر ع. ا. خانے کے قضا و فی ناکت ہر کوئی بھی قائم ہو چکے ہیں۔ ایام ع. ا. کی شان و شوکت میں سب بڑا اضافہ کر رہی ہیں۔ کہ تمام اسلامی و کالین بندہ ہیں جو زیادہ تر خوب و بوسہ کے ہاتھ میں ہر اور ہر طرف سے ہر بڑا و بچہ رسومات ع. ا. میں پوری دیکھی سے منہمک نظر آتا ہے۔ بقیہ سلسلہ ع. ا.

امان نہ دی جائے۔ اپنی عداوتی! سوئی جیسے اشبح العرب کا بیٹا اور انہیں جیسی شیعہ خاندان والی ماں کا پیارا فرزند ہو کر سب کو سب سے سب کو چھوڑ دوں جو کفر و مشرک کے فنا و ہر باد ہو کر نئے نئے بلند ہوا۔ حق و اسلام کی ترویج کے لئے ادبیا ہوا۔ جسے جناب جعفر طیار نے اٹھایا جو بابا علی مرقفی کی دوش پر رہا۔ جس کا پرچم شرق سے خوب تک لہرایا۔ جس کے سایہ کو آج بھی معرفت میں طوبی کے سایہ سے کہ نہیں سمجھتے اور نیزید جیسے ناسق و ناجر و بیدریں کی ظالم و سفاک کوبج کا علم اٹھاؤں۔

اٹ! تو مجھے موت سے ڈرانے آیا ہے۔ نہیں جانتا کہ میں ناتجہ بدر و حسین و اُحد کا بیٹا ہوں۔ میرے باپ نے خیر و خندق کے معرکے سر کئے ہیں۔ عرب و عسکر کے سر اُتارے ہیں۔ میرے نزدیک تیری و تیری اس ناپاک فوج کی کیا ہستی ہے۔ ہا! وناپاک دور ہو اگر کلیہ آقا نے جنگ کی اجازت دیدی تو مجھے و تیری فوج کو وکلا دوں گا کہ عباسی حسین کا کیسا غلام ہے اور موت سے کون ڈرتا ہے نہیں کہ تو اور الامان الامان کی صدا کس طرف سے بلند ہوتی ہے۔ بہتر کی طرف سے یا بہتر ہزار کی طرف سے۔ بس جائگے اپنا دین و ایمان نیزید بد نہاد کے ہاتھ فروخت کرنا سہارک ہو۔ ستمگر یہ کتنا ہوا کہ تم جو شہن جواں میں سیری باتوں کا محال نہیں کرتے چلا گیا اور ادھر جناب امام حسین علیہ السلام نے جناب عباسی کو ہلاک پوچھنا شروع کیا۔

حسین! کیوں بھیا! جب شمر تمہیں لینے آیا تھا تو تم چلے کیوں نہ گئے۔ جناب عباسی کی آنکھوں میں آنسو کھرا آیا اور کہنے لگے۔ آقا! آپ کو چھوڑ کر غلام ایک شراب خوار و دشمنِ اسلام کی اطاعت قبول کر لیتا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ کیا بابا نے مرنے و قت میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں اسی لئے دیا تھا (روئے لگتے ہیں) حسین! بھیا! میں نے یہ اس لئے کہا کہ تمہارے وہاں چلے جانے سے حسین کو اطمینان ہو جائے کہ اب بہن زینب کے سر سے چادر نہ چھینے گی۔ رسولِ زادیاں اسیس نہ ہوں گی۔ تمہاری پیاری سکنہ شمر کے طمانچوں سے بچ جائے گی۔ اس کے کان زخمی نہ ہوں گے۔ تمہارے عیال فرزند کے ہاتھ ہتھکڑیوں اور بیر بیڑیوں سے ننگا نہ ہوں گے۔ گلے میں خار دار طوق نہ ڈالا جائے گا۔ اس کی نحیف و زار پشت شمر کے خار دار دروں سے زخمی نہ ہوگی جسے شکر سب حاضرین نے گلے اور ایک ایسا جوش و ولولہ پیدا ہوا کہ سب نے تلواروں کے نیام توڑ کر زمین پر پھینک دیے اور سب کو بہشت کے دروازے کھلے دکھائی دیئے گئے۔





# قمر بنی ہاشم

(از رئیس الادب حضرت بہت اجتہادی)

حسینؑ کے اس جواں مرد بھائی کا لقب ہے جو حسنؑ میں بے مثال اور شجاعت میں بے نظیر تھا جس نے اگر بلا کے میدان میں اپنے سرفروشان خدمات سے معنی و فاکام معیار اتنا بلند کر دیا کہ آج تیرہ سو برس کے بعد بھی وفاداری کی مثال میں عباس سے بہتر کوئی نہیں رہی نہیں بلکہ اس نے وفا کے ساتھ بڑا دراز فرائض کا جی ایسا معیار پیش کیا جو صرف عباس کیلئے مخصوص ہو گیا۔

عباسؑ نے حسینؑ کی ہر شکل پر ہر سی طرح سنیہ ٹیک لیا۔ جس طرح کی حسینؑ کو ضرورت پڑی حسینؑ کو بھائی کی مدد و مددگار ہوئی تو عباس موجود حسینؑ کو بیٹے کی ضرورت پڑی تو عباس موجود حسینؑ کو دوست کا کام پڑا تو عباس حاضر حسینؑ کو غلام چاہئے ہو تو عباس حاضر غرض ہر وہ مصیبت جو حسینؑ پر پڑی سب پہلے عباسؑ نے اپنے اوپر لی۔ عباسؑ کی مرنے دم تک یہ کوشش رہی کہ حسینؑ پر آنے والے عباسؑ پر چاہے جو کچھ بن جائے۔ اسی لئے ضرورت تھی کہ حسینؑ کے ساتھ ساتھ عباسؑ کی بھی یادگار باقی رہے تو شیعہ نے اس ضرورت کو سمجھا اور محرمؑ کی غزاداری میں حسینؑ کے تعزیر اور حسینؑ کے تابوت میں عباسؑ کے علم کو یوں شامل کر دیا کہ ایک دوسرے کا لازم و ملزوم ہوئے۔

(نفاذ) مر کے بھی بازوئے شہداء بھائی کے ساتھ ہت تابوت کے اتنا علم عباسؑ کا دنیا جب اور آگے بڑھی اور شہداء محرمؑ کی یادگار بنے دنیا بے صحافت میں بھی پھیلنا شروع کیا تو فضل صاحبؑ محسوس کیا کہ بہت سے انہماک محرمؑ کے لئے ہیں ان کا اخبار بھی محرمؑ نمبر تو ہو مگر کسی حدت کے ساتھ اس لئے افسوس نے اپنے اخبار "نظارہ" کا ابو الفضل عباسؑ نمبر نکالنا شروع کیا تاکہ دنیا کو یہ محسوس ہو جائے کہ جان نثاران حسینؑ میں ایسی ایسی ہستیاں نہیں جو سچا خود ایک ممتاز درجہ رکھتی تھیں اور ان سب میں عباسؑ کا مرتبہ سب سے بلند تھا۔

فتح ظاہر کو مٹا یا یہ تھا دم عباسؑ کا

فتح باطن پر جہاں مہیا قدم عباسؑ کا  
قابل آل پیمبر کا نشان باقی نہیں (ہفت)  
کر بلا پر نصب ہے اتنا علم عباسؑ کا  
شاید یہی احساس مرزا فدا علی صاحبؑ نے قمر لکھنؤ کو بھی ہوا جو جس کی بناء پر انھوں نے انہی تالیفات میں عباسؑ کے مضبوط ترین کیرکٹر کو نمایاں کرنے کی ضرورت سمجھی ہو۔

شہداء نام ہے ایک چھوٹی سی کتاب کا جس میں خیر صاحبؑ کے چوڑا افسانے رہبر اعظم امام حسینؑ کی زندگی کے متعلق شائع کئے گئے ہیں۔ یہ افسانے امامؑ طلب بیت کے واقعہ سے شروع ہو کے شہادت امامؑ پر ختم ہوتے ہیں۔ ہر افسانہ میں بنی ہاشم کی کسی نہ کسی فردا علی کا کیرکٹر پیش کیا ہے ان میں سے تین افسانے حضرت عباسؑ کے بلند کیرکٹر کو نمایاں کرتے ہیں، انھیں میں سے ایک کا عنوان "قمر بنی ہاشم" بھی ہے۔

ان افسانوں کی خوبیوں کو میں جہاں تک بیان کروں کم ہے کیونکہ یہ ایسے کہنے مشق ادیب شہر کے قلم سے نکلے ہیں جو اس وقت اردو ادب میں انہی نظیر نہیں رکھتا بلکہ اگر اس خاموش مسلسل خدمت ادب کرنے والے کی کثرت تصانیف پر نظر ڈالی جائے تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ مرزا خیرؑ اردو کے تمام ادب اراکین و احوال میں ممتاز ہیں۔

ان کے فنون سے زائد ناول اور اتنے ہی افسانے پچاس سے زائد مضامین اور (۱) ان پڑھ شعرا (۲) لطائف الشعرا (۳) بہار جاوید (۴) حکایات عجم (۵) رباعیات امیں (۶) رباعیات رشید (۷) حرم خانہ (۸) شہنوی انجام عشق (۹) مختصر دیوان خیرؑ ایسی ادبی کتابیں اور نذر کرے ملک میں شائع ہیں۔ ان کے علاوہ یہ کتاب "شہداء" ہے جو شہداء میں شائع ہوئی اور اپنی دو خصوصیتوں کے لحاظ سے دنیا کے علم و ادب میں ممتاز درجہ رکھتی ہے۔

پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ اسکے افسانے واقعات کر بلا کی ایک مختصر تاریخ ہیں جنکی تحریر میں اتنی ہی ادبیت صرف کی گئی جتنی کہ ایک تاریخ قبول کر سکتی ہے اسی کے ساتھ یہ فقر بھی خیر صاحبؑ کو حاصل ہوتا ہے کہ جس طرح مولانا مظهر

لکھنؤ نے اردو ناولوں کو سب سے پہلے تاریخی جامہ پہنایا اسی طرح سے مرزا خیرؑ لکھنؤ نے اردو افسانوں کو سب سے پہلے تاریخی خلعت عطا کیا۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان افسانوں میں خیر صاحبؑ نے زیب و ہستان کے لئے کچھ بڑھانے کی کوشش نہیں کی جو بلکہ ان کی تمام تر سعی اپنے بیان کو تاریخی واقعات کے مطابق رکھنے کی ہے یہاں تک کہ اگر کہیں پر کچھ مکالمہ لکھنے کی ضرورت پڑی ہے تو اسی میں اپنی لفظوں پر انکشاف کی ہے جتنی تاریخ سے دستیاب ہوئی ہیں۔

افسانہ نگاری کے اس بلند جاوہ پر جہاں تک نظر کام کرتی ہے اکیلے خیر ہی خیر کا مردن دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ ان کی کہنے مشق کے دم قدم کی قوت ہے جو ایسے خواہ گوار جاوہ کو طے کر رہے ہیں جس میں قدم قدم پر دلگنگا جانے کا خطرہ ہو۔

ہم کو صرف ایک شخص اور انھیں کی طرح سال خوردہ، اسی جاوہ کے برابر اسی منزل پر جاتے دکھائی دیتا ہے جس پر پہنچنا چاہتے ہیں۔

اور وہ بیباک ماہی ہیں لیکن خیر صاحبؑ اور بیباک صاحبؑ کے رہتوں میں اتنا فرق ہے کہ خیرؑ لکھنؤ افسانہ کر بلا لکھتے ہیں اور بیباک ماہی کر بلا و ادوں کا مکالمہ لکھتے ہیں جو دور کا ایک جزو و اہم ہے خیر صاحبؑ واقعات کر بلا کو افسانہ کے رنگ میں پیش کرتے ہیں جس میں گفتگو صرف وہی ہوتی ہے جو تاریخ بتائے اور بیباک صاحبؑ ان واقعات کو بیان کرتے ہیں جنہیں مکالمہ ہی مکالمہ ہو اور اس مکالمہ میں فقہا، حال، مناسب محل گفتگو شامل کر کے اثر پیدا کرتے ہیں ان کو تو افسانہ سے غرض ہوتی ہے اور یہ افسانہ لکھنا چاہتے ہیں۔

لیکن خیر صاحبؑ کا مطلع نظر صرف افسانہ ہوتا ہے اس لئے وہ شروع سے آخر تک رنگ افسانہ کو باقی رکھتے ہیں اس لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس مجموعہ کا ہر افسانہ کامیاب ہے اور یہ کتاب "شہداء" ہر مذہب ملت کے ان افراد کیلئے مفید و دلچسپ ہے جو ادب و تاریخ سے ذوق رکھتے ہیں۔ قابل صد تحسین ہیں محمد کاظم صاحبؑ آزاد جنھوں نے ایسی بہترین کتاب شائع کر کے علم و ادب کی بہت بڑی خدمت انجام دی صاحبان ذوق میں جس کو ضرورت ہو وہ صادق بک انجمنی "چکر لکھنؤ" سے اس میں منگا سکتے ہیں۔

# پتھروں سے خون کے چشمے ابلتے ہی رہے

(از جناب تکمیل صاحب حضرت تشاور بارہ بکوی)

پیاس کی شدت سے دل پیاسوں کے بجتے ہی رہے  
گرم آنسو سرد آہوں سے نکلتے ہی رہے  
کیا مدد بھائی کی کرتیں دینیت خستہ ہو کر  
سامنے آنکھوں کے منہ پر لپکتے ہی رہے  
حرمہ کے تیرے آخر میں قتل ہو کر  
اصغرؑ کی لپٹ میں لپکتے ہی رہے  
قتل کی پستی پر چلے گئے ہی رہے  
سوئے قتل کرتے پڑے ہی رہے  
بھائی کے صدمے سے سیدھی ہو کر  
لامش الکبیر کو اٹھائے شاہ چلتے ہی رہے  
نے فلک رہنی نہ راہنی مہنی نہ کر بلا  
خون اسفر شاہ اپنے گھر پہ ملتے ہی رہے  
آب و دانہ شاہ کے بچوں پہ تھا اس طرح بند  
لوریوں ہی سے فقط صفت پہ ملتے ہی رہے  
کس طرح کرتے مدد مجبور و بیکس پہ  
ہاتھ عابد بنے بدن پہ ملتے ہی رہے  
تیغ کیوں سے کٹ گیا سو کھٹا حشر پہ  
پتھروں سے خون سے بہتے ہی رہے  
بکیوں کا بعد سرد کون تھا پرسانہ دل  
خیمہ ہائے شاہ دین میاں میں ملتے ہی رہے  
کر لی نیت اس طرقت شبیر نے ہو کر  
اس طرف ناوک سپاہ نہیں سے چلتے ہی رہے  
ماقم نہ میں کئی تکمیل اب تک نہ گئی  
جوش خشم میں آنکھ سے آنسو ابلتے ہی رہے

# نوائے غم

(ذوقیہ فکر جناب سید علی مقدس صاحب مقدس اکبر آبادی ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی (علیگ))

پریسڈنٹ انجمن مدد یہ شاہ گنج آگرہ

اصغرؑ جو تیر کھائے گا اور مسکرائے گا  
امت کا بخت سویا ہوا جاگ جائے گا  
شبیرؑ بحر خون میں جب ڈوب جائے گا  
کشتی بھنور سے دین خدا کی بچائے گا  
باقی بچائی سے شہادت کا حسلہ  
تکمیل اس کی سبط نبی کر کے جائے گا  
دے گا طرح طرح سبق مضرب امام  
پیغام حریت کا جہاں کو سنائے گا  
شبیرؑ جان ڈالے گا جاں دے کے دین میں  
سوئے گا خود تو سوئے ہوؤں کو جگائے گا  
ذرات عکس رخ سے چمک جائیں گے تمام  
ہمشکل مصطفیٰؐ جوں ہی میاں میں آئے گا  
سوئے گا گھاٹ چھین کے سقا فرات پر  
عباسؑ سے جہان دفن جگمگائے گا  
تکمیل ہوگی دین محمدؐ کی اس طرح  
نیزے پہ سر حسینؑ کا معراج پائے گا  
دنیا چھپائے بخت ہے قدرت کا انتقام  
خون شہید بن کے شفق رنگ لائے گا  
سجدے میں سر کئے گا مقدس امام کا  
کاپے گی یہ زمیں فلک تھر تھرائے گا

# قرآن مجید

نوشتہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

مقدم جناب شیخ: تاجد حسین صاحب جوہری

مصنف خطا سافر و سنگ خطاطی تاریخ خوشنویسی وغیرہ

ہیں ان کی صحت اور ان لوگوں کی ایمانداری میں شک کی کوئی دور کی بھی وجہ نہیں، پھر وہ تحریریں تاریخی مبادی پر صحیح معلوم ہوتی ہیں اور میں نے اس تنگ وقت میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے کتب تواریخ و سیرت جابج کی تو سند سبھی میں جو توفیق و تصدیق محمد عیسیٰ نقیضی نے خط کو فی میں تحریر کی ہے یہ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے، انکی عبارت کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:-

”یہ قرآن سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہے“

عیسیٰ نقیضی کے متعلق تاریخیوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے عہد میں گزرے ہیں، امام رضا کا زمانہ سنہ ۱۵۰ھ سے سنہ ۱۶۵ھ تک ہے اس لئے کہ امام کی شہادت اسی سنہ میں بہرامیوں رشید واقع ہوئی، امام رضا کا زمانہ افاضل دوسری صدی ہجری کا دور ہے اور فن خطاطی کی تاریخ بتاتی ہے کہ خط کو فی اوائل قرن دوم ہجری تک مستعمل تھا۔ چونکہ خط کو فی کے لکھنے میں زیادہ مشکلات تھیں اس لئے یہ خط درام کی صورت اختیار نہ کر سکا اور اسی زمانے کے قریب خط کو فی اور خط منطلی سے خط نسخ ایجاد ہوا جس کو آج کل علوم عربی خط کہتے ہیں۔

فن خطاطی اور Theory of evolution (نظریہ ارتقاء) کے ساتھ عیسیٰ نقیضی کی تحریر کو ملا کر تاریخ کی کسوٹی پر کھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا دور زمانہ تھا جب خط کو فی رخصت ہو چکا تھا یا کم از کم درج تھا اور عربی خط نسخ نے اس کی جگہ لے لی تھی، چنانچہ اس صفحہ پر جو اس وقت کی تحریر کا عکس ہے اور جس کی اصل کو میں نے چشم خود دیکھا ہے وہ ایک جھٹی ہے اور اس زمانے کا خط کو فی ہے جو عربی شان خط سے مشابہ ہے۔

خود شاہی کی تہ اور توشیح کی مبادی میں جن کا عکس اس اخبار کے صفحات پر بھی ہے ان سے شہادت ہم پر بھی ہے کہ یہ قرآن امام علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہے۔

مجھے جس قدر اس فن کے متعلق معلومات ہیں اوفن کے متعلق جب ایک خاص کیفیت یا دہی تعلق کہے جیسے بعض لوگ بصیرت کہتے ہیں حاصل ہر جاتی ہے تو اس کا اظہار نقیضوں میں شکل ہوتا ہے، عروہ جاتی کیفیت بل سے متقاضی ہوتی ہے کہ وہ صحیح بنیاد بات اور اشارات کو ظاہر کر دے چنانچہ جیسا میں نے اوپر ظاہر کیا ہے کہ قرآن کی تحریر ایک معجزہ ہے حقیقتاً یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ با تو ایسا پیش خط کو فی امام

یہ بھی فرمائش ہے کہ میں اپنے متعلق کچھ دوں تاکہ اس مضمون کی اہمیت بڑھ جائے۔

میری عمر کا آٹھواں سال ہے حافظ نے جواب دیا جو کچھ فن خطاطی کے متعلق لکھا تھا وہ بھول گیا۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ کبھی بغیر عینک کے پاؤں پر قلم ہوا شہ کے سورہ لکھتا تھا یا آج عینک لگا کر پاؤں پر لکھے ہوئے نقش ابھی میں نظر نہیں آتے، چالیس پینتالیس سال سے خطوط حاصل کر کے شہن کی زبانہ سابق میں خط کو فی کی تاریخ اور اسکے کچھ نکات جاننے والوں سے بھی حاصل کرے، شہر وستان کے گوشہ گوشہ کی خال چھانی، عراق و ایران، ممالک اسلامی جہاں قدیم خطاطی کے جاننے والے پائے گئے ان کو ڈھونڈنا چاہئے اور کچھ حاصل کیا۔

مہندستان کا وہ آخری دور جب عبد شاہی کے بزرگ خوشنویسوں کا پرانہ میناٹ جھللا رہا تھا، اس کی روشنی میں وہ دیکھی جاتی ہیں، کہتے اور قرآن عربیہ ایران مہند اور دیگر اہل ولایت کے لکھے ہوئے نقشے گزرتے، لیکن جتنا سیکھتا اور دیکھتا گیا یہ معلوم ہوتا گیا کہ کمال فن سے بہت دور ہوں۔

ایسی حالت میں جب نہ پاس کو کتاب نہ حافظ، نہ فن کا کمال خط کو فی کے قرآن پر اور وہ بھی ایسا کتبہ جس کو امام کا نقشہ کما جاتا ہے قابل اطمینان طور پر کچھ لکھا میرے لئے کیا اس وقت دنیا میں ہر ایک کے لئے مشکل کام ہے۔

یہ تحریر جس کا عکس ہے اسکی اصل کو میں نے غور سے دیکھا ہے اس کی مختصر تفسیر یہ ہے کہ یہ تحریر بجا بے خود ایک معجزہ ہے، جو نہ بدست و سدا اس کے ساتھ صدیوں سے وابستہ ہیں اور قرآن کے ساتھ ساتھ منتقل ہوتے آئے

اس اخبار میں اس قرآن شریف کے ایک صفحہ کا عکس تحریر ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے دست مبارک کا نوشتہ ہے، یہ قرآن شریف اس وقت ہمارے شفیق مرزا محمد جو اوصاحب مالک نظامی پولیس کے قبضہ میں ہے، یہ قیمتی اور اہم قول جو اہر پا، یعنی قرآن کبھی بادشاہوں کے خزانہ میں تھا اور اس پر شاہی نشانات تھے جس کا عکس اس اخبار میں دیا گیا ہے اور انی مستند تحریریں اس کی تصدیق میں ہیں جیسا کہ ان صفحہ پر ان کے عکس سے ثابت ہوگا۔

اب ایک جوہری کے ہاتھ میں ہے مرزا محمد جو اوصاحب خود اقسام نسخ و مستقلین و فن خطاطی کے ماہر ہیں اور اس وجہ سے میں نے ان کو جوہری کہا ہے، اس قرآن کا عکس سابق میں بادشاہ کے پاس ہونا اور اب ایک جوہری کے ہاتھ میں دست بہ دست آ جانا بعد ازاں اسکے ہے۔

قدر گوہر شاہ دانہ یا بادشاہ جوہری مرزا صاحب موصوف سے مجھ سے ملنے یا ملنے سے مراسم ہیں اور وہ اس بات سے واقف ہیں کہ میں کسی زمانہ میں فن خطاطی کے مختلف اقسام کو کام میں لے کر لکھا تھا اور اس فن کی تاریخ سے مجھے دلچسپی اور کچھ خواری بہت واقفیت ہے، انہوں نے اس قرآن کے عکس کا ایک صفحہ اہل دنیا کی زیارت کے لئے پیش کیا تو مجھ سے فرمائش کی کہ میں اسکے متن اپنی لکھی جانے والی اظہار کے اعتقادی امور کو چھوڑ کر تنقیدی حیثیت سے نظر کر کے لکھنا اس زمانہ میں جب کہ خط کو فی لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں اور اس خط کی تمام کتابت معدوم ہو چکی اور اس کے جاننے والے بھی دنیا سے اٹھ گئے، اگرنا ممکن تو حال موجود

لکھ سکتا ہے جس کو خدائی دیکھا سے خاص فن خطاطی کی تعلیم دی گئی ہو یا کوئی ایسا یا کمال انسان لکھ سکتا ہے جس نے نام صرف اسی فن میں ختم کر دی ہو اور کوئی دوسرا کام کیا ہو میں نے اور دیکر کمالین فن کے لکھے ہوئے قرآن دیکھے ہیں اور اگر ایک جگہ یا ایک سرزمین پر ایک نقش دیکھا تو کہیں نہ کہیں کچھ اور نقوش اسی کے ایسے لکھے دیکھے یا اس سے ملتے جلتے نقوش دیکھے مگر اس قرآن کا ایسا یا اس سے ملتا جلتا بھی کہیں کسی کتب خانہ میں جہاں تک میں نے مختلف مقامات و ممالک میں گشت کر کے شوق فن خطاطی تلاش کیا دوسرا نمونہ نظر نہیں آیا۔

اگر یہ قرآن امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہے جیسا کہ سنا دو قرآن سے پہچانتا ہے تو بار بار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ فن خطاطی کا عظیم المثال نمونہ نہیں بلکہ معجزہ ہے۔ اور جس طرح امام محمد باقر علیہ السلام کے حالات میں کتاب آخر ستر یا قریہ مطبوعہ مقبول پریس، علی، ۱۹۲۹ء صفحہ ۶۰ بحوالہ قول امام جعفر صادق علیہ السلام مقام کے زمانہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے یہ انسانی کارِ حیرت انگیز اور معجزہ خیز واقعہ منقول ہے اور امام کا قول ہے کہ:-

”ہم اہلبیت کو علم و کمال و درجہ میں مہل ہوتا ہے اور بغیر خاص تعلیم نہ خدا تعالیٰ سے نعمت عطا ہوتی ہے۔“ جس کو دوسرے مفسرین میں علم لدنی کہا جاتا ہے اسی طرح یہ قرآن امام جعفر صادق کے آیات کمال کا ایک نمونہ ہے جو آج بھی فن خطاطی کے ایک معجزہ کی حیثیت سے قابلِ زیارت پیر ہے۔

امام کا یہ فرمانا کہ ہم اہلبیت کو علم و کمال و درجہ میں ملتا ہے اس کی تصدیق علاوہ اعتقادی مسئلہ کی حیثیت کے تاریخی حقیقت سے بھی دنیا کی ہر قوم کا انسان چاہے تاریخ فن خطاطی کی جانچ کر کے دیکھے تو یہ پتا چلتا ہے کہ محمد رسول ہیں وہ امام اول حضرت علی علیہ السلام جن سے نسل امامت کی ابتدا ہوئی محمد رسول کے بہترین خطاط تھے اور اسی خطا کوئی کے ایسے لکھنے والے تھے کہ ساریج کے اوراق بتاتے ہیں کہ اس عہد میں اکمل و کمال تھے۔

رسول بادشاہ دین و دنیا تھے اکثر دیگر مقامات کے شاہان و رؤسا و اولوا العزم سے خط و کتابت جو محمد رسول میں ہوتی تھی اس کے کاتب حضرت علی ہوتے تھے، پرانے زمانے کی فرماں برداری اور خطوط نویسی کا یہ دستور تھا کہ بہترین خطاط فرمان نویس ہوتا تھا۔ یہ رواج عرب عجم سے لے کر ہندوستان

اسلامی سلاطین خاندان مغلیہ تک قائم تھا اس کے خلاف کوئی مثال اور کوئی کتبہ آج دنیا میں نہیں ملتا جو یہ ظاہر کرے کہ بہترین خطاط کو چھوڑ کر دوسرے فنکاروں سے کسی اسلامی بادشاہ نے کتبے لکھوائے ہوں۔ خط نستعلیق، خط نسخ، خط کوئی، خط شکست خط قتیقہ میں جتنے فراہم آن دنیا کے جس حصے میں ملتے ہیں ان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

اگر محمد رسول میں حضرت علی سے بہتر کوئی خطاط ہوتا تو شاید یہ منصب فرمان نویسی اسی کے نصیب میں ہوتا۔ چند سال ہوئے ایک فرمان رسول جو کسی نے غلٹ کر شائع کیا تھا وہ حضرت علی ہی کے ہاتھ کا لکھا تھا حضرت علی کی اسے خطاطی مسلم ہے جو نمونہ خط بمصدق اس کے ہے۔

#### آفتاب آمد دلیل آفتاب

اس شہنشاہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے قول مذکورہ بالا کی تصدیق آج بھی ہو رہی ہے۔ ائمہ معصومین کے کتبے جہاں کہیں بھی ملیں گے ان کی اعلیٰ خطاطی کا نمونہ بن کر چمکتے نظر آئیں گے۔

تھوڑا سا اس قرآن کی تحریر پر امام تاریخی اور فن خطاطی کی تاریخ کی حیثیت سے نظر کرنے سے بھی توثیقات مذکورہ کی تائید ہوتی ہے۔

بین المسلمین میں امام محمد باقر علیہ السلام کے عظیم مقام کا کیا تھا اس کا نام نہ پڑا اور یہ اس کو فخر میں کچھ مابہرین فن خطاطی و کمال نے سابق زمانہ کے خدا سر پاک سے ایک خطا لایا دیا جس کا نام کو فخر کی مناسبت سے خط کوئی پڑا۔ سب سے پہلے جزیرہ عرب میں خط کوئی کو حبیب ابن امیہ بن عبد شمس نے رائج کیا۔ محمد رسول میں خط کوئی ہی سرزمین عرب میں رائج تھا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے عہد تک اسلام آباد نسل خانہ ان اہلبیت میں ہر امام خط کوئی کے خطاط تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت ۸۰ھ میں اور وفات ۱۴۰ھ میں ہوئی قرن اول کے خدا کوئی کی تحریریں جو دنیا میں ملتی ہیں وہ سب کی سب بدون اعراب و اشعار ہیں اور یہ دو خطا سے را شدین کے عہد تک ختم ہوتا ہے کیونکہ ابوالاسود ادوی کو حضرت علی نے تعلیم دی اور اس نے

نقطہ کو برائے اعراب و حرکات ایجاد کیا۔ اس سند کی بنا پر اس قرآن کی تحریر حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کی تحریر نہیں ہو سکتی۔

مصر کے کتب خانہ میں قرن دوم کا یہ خط کوئی ہے اس میں جا بجا نقاط ملتے ہیں اور یہی حال قرن سوم کے خط کوئی کا ہے۔ قرن چہارم کے خط کوئی کی صورت کچھ بدل گئی جس کو بعض بعض لوگ جدید خط کوئی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور غزنی میں محمود غزنوی کے مزار پر ۷۵۰ھ کے کتبے سے اس کی شان کا پتہ چلتا ہے۔ زیر بحث قرآن کی تحریر قرن اول و قرن چہارم کی نہیں معلوم ہوتی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ ۸۰ھ کا ہے امام رضا علیہ السلام کا زمانہ ۱۵۰ھ کا ہے عیسیٰ یقینی کی توثیق اور وہ خود امام رضا علیہ السلام کے زمانہ کے قریب یعنی ایک سال بعد وفات امام رضا علیہ السلام کے ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا زمانہ ۲۰۰ھ سے شروع ہوتا ہے جو نصف دوسری صدی ہجری کا زمانہ ہے اور خط کوئی کا رواج اوائل دوسری صدی سے کم ہوتا گیا۔

قرآن زیر نظر کی تحریر قرآن اول کے آخرت سے ۱۰۰ھ دوم کے اوائل تک کے زمانہ کی تحریر ہو سکتی ہے اور تقریباً یہ زمانہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ ہوتا ہے اس لئے تمام قرائن سے یہ بات میرے پاس سے پائے تحقیق کو چوبختی ہے کہ توثیق تاریخی اور فنی دونوں حیثیت سے یہی صحیح ہے کہ یہ قرآن امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

مصر کا کتب خانہ یا موزیہ۔ ایوان ۵۰ عجایب خانہ ۱۱۰۰ عجایب کتب خانہ ہونا تو قرآنی عجایب تحقیقی معنون لکھا جاسکتا تھا اور حلیہ اور تصانیف کے مضمون اور تحقیقات کے لئے ایسا مناسب نہیں آکونی عجایب تصانیف سے اور عجایب تصانیف پر اس پر یا اس مضمون پر توثیق و تائید کرے ایک علمی کام نامہ ہوگا۔

# یادگار حسینی

## تیرہ سو برس پورے ہونے پر

(از رئیس الادب مولانا ہدایت مہادی)

جو کام ہر صدی اسلام آنے پر انجام پانا چاہیے تھا وہ پورے تیرہ سو برس گزرنے پر انجام پاتے دکھائی دے رہا ہے۔ ایک ایسی ہستی کی بدولت جس کا آباؤ اجداد فریقہ خدمت دین اور ترویج عزاداری چلا آ رہا ہے۔

سید العلماء جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ نے دیکھا کہ امام حسینؑ کی شخصیت تو اسی قابل تھی کہ سو برس کے بعد ان کی ایک یادگار اس طرح منائی جاتی جو ابتداء و آلام میں گزاریں ہیں ان کی وجہ سے اسی صد سالہ یادگار حسینی نہ قائم ہو سکی تو اب امن و عافیت کے زمانہ میں (جبکہ شیعہ قوم سابق حالات ناگفتہ بہ سے نکلی چکی ہے) سیزدہ صد سالہ یادگار مناکے صد سالہ یادگار کا سنگ بنیاد کیوں نہ رکھ دیا جائے یہ خیال موصوف کے ذہن میں ۱۸۵۹ء کے شروع ہوتے ہی پیدا ہوا اور اسی وقت سے اس کی تحریک شروع کر دی گئی۔ ملک کی اکثریت نے اس تحریک کی تائید کی اور بحث و تحقیق کے بعد یہ طے پایا کہ اس یادگار کو تین صورتوں میں منایا جائے۔

(۱) تخریری۔ جس کے لئے ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو اپنی جامعیت کے لحاظ سے حسینی اور حسینییت سے واقفیت حاصل کرنے والے کی رہنمائی کامل ہو اور یہ کتاب دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں شائع کر جائے۔

(۲) تقریری۔ جس کے لئے تمام ہندوستان میں بلجاناتا ریخ اس طرح جلسے کئے جائیں کہ اگر کوئی شخص سب جگہ شریک ہونا چاہے تو شریک ہو سکے اور ان جلسوں میں مختلف اقوام کے بیٹروں کی حسین اور حسینییت پر تقریریں ہوں جو ریڈیو کے ذریعہ سے حمام دنیا کو سنائی جائیں۔

(۳) آئیناری۔ جس کے لئے ایک حسینی عجائب خانہ تیار کیا جائے اور اس میں حسینؑ کے متعلق جس زبان کا جتنا لٹریچر اور نادر اشیاء مل سکیں سب کو محفوظ کر دیا جائے تاکہ حسینؑ کی حسینیت کی ریسرچ (تحقیقات) کرنے والے کے لئے یہ مرکز کافی ہو۔

یہ تینوں صورتیں اتنی مفید و مکمل ہیں جن میں نہ کسی کی بیشی کی ضرورت ہے اور نہ مزید گفتگو کی گنجائش۔ ہاں اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو وہ ان تجویزوں کے متعلقات میں سے صرف حسینی تیز نسیم کی عمارت کے لئے۔ میرے خیال میں ۳۳ عجائب خانہ کی عمارت بنانے سے یہ تجویز

بہتر ہے کہ اس میوزیم کو آصفی امام بارگاہ میں قائم کیا جائے کیونکہ یہ بجائے خود آثار حسینی میں عجائبات کا مرتبہ رکھتا ہے اور دور دور کے سیاح اس کو دیکھنے آتے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ اس میوزیم کو بھی دیکھنے رہیں گے اور جب یہاں کے عجائبات کا مشاہدہ کریں گے تو جو چیز یا جو لٹریچر اچھا معلوم ہوگا اس سے اپنے یہاں جا کے بیان بھی کریں گے جس سے تحقیق کرنے والوں کو شوق پیدا ہوگا وہ یہاں ریسرچ کے لئے آئیں گے ہر ایک شئی دیکھیں گے، لکھے پڑھیں گے، اس طرح حسینی و حسینیت کی تبلیغ و اشاعت بھی زیادہ ہوگی اور دوسرے فائدہ یہ بھی ہوگا کہ جو رتبہ پیہ میوزیم کی عمارت میں صرف ہوتا وہ اس کتاب کے کام آئے گا جو متعدد زبانوں میں شائع کی جانے کے سبب بہت بڑے سرمایہ میں سرانجام پاسکتی ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ روپے کو آن تمام کاموں کے لئے بچایا جائے جو کسی طرح بغیر روپے کے نہیں ہو سکتے۔ اور زیادہ سے زیادہ چندہ حاصل کر کے ملے کہ بڑھایا جائے تاکہ مالی دشواریاں کسی وقت میں سدراہ نہ ہوں۔

ایک سال کی تھوڑی مدت میں ایک بڑے کام کو انجام بھی دینا ہر حسب ضرورت پر ہوتا بھی فراہم کرنا جو بجائے خود ایک بہت بڑا کام ہے اور یہ اسی وقت انجام پاسکتا ہے جب قوم کے تمام چھوٹے بڑے افراد چندے کی فراہمی اسی قدر ضروری سمجھ لیں جس قدر کہ عزائے حسینؑ کو سمجھتے ہیں اس لئے مرکز اقدامات یادگار حسینیؑ نے قوم کے سامنے جو تجویزیں رکھی ہیں ان پر قوم چاہے تو اسکل بھی عملی پیرا ہو سکتی ہے۔

(۱) عواداری و امور خیر کے اذعان سے (یادگار حسینی کو) امداد دینا۔

(۲) اکی سال کی عواداری میں ہر عزا دار کا ایک روپیہ زائد (یادگار حسینی کے لئے)

منظور کر لینا۔

(۴) واقعات کربلا کی اشاعت کے نولے اداروں کا حصہ (یادگار حسینی کیلئے) منظور کر لینا۔

(۵) دغلیں و ذاکرین کا اپنی سال کی آمدنی سے صد سیکڑہ (یادگار حسینی کی) اعانت کرنا۔

یہ سب ایسی صورتیں ہیں جو آسانی کے ساتھ عمل میں لائی جاسکتی ہیں اور صاحبان دولت ثروت اپنے گرانقدر عطیوں سے بھی اس تحریک کو کافی تقویت پہنچا سکتے ہیں اک ذرا توجہ کی ضرورت ہے۔

مجھے حسینؑ کے نام پر سب کچھ لٹا دینے والی قوم سے توقع ہے کہ وہ اس یادگار کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ایسی امداد کرے گی جس سے اس مقصد کی تکمیل ہو سکے۔

# حضرت علیؑ کے دلیہا ایک جانب از فرزند کی گمنامی

## حضرت عباسؑ کی ولادت کا راز

### حضرت ابو الفضلؑ کا ہاتھ حضرت ابیہم حسینؑ کے ہاتھ میں

جناب الانامید نجم الحسن صاحب سدا فضل و سر سبز ادارہ عالیہ شیعہ مشن پرگنہ کراچی ضلع الہ آباد

فی العرب اشجع من آباء معاویہ، فی من اسلمہ لدان کے کہا و اجاؤ سے زیادہ ۔  
کوئی شجاعت اور شہادت کے میدان کا شہسوار ہے ۔ تقدیر کا دل لہو قبول ہند  
ان کے آرا و امور کے پاس سے شام لہو کا نور ہے ۔ ان کے انوار عاصیوں کو صحت  
عمومی بتاتے ہیں خاندان امامت میں اسے علیؑ فلا یفلو علیہ ۔ حدیث العربیہ ان  
کے فضل و کرم کا قابل انعام نہیں دیکھتے ۔ میں ام ابیہم کے قبیلہ سے ۔ علامہ اسلمی  
تلاوروں سے کہتے ہیں ۔ ابو ہریرہؓ نے بھی یہی کہہ دیا ہے ۔ میری حدیث میں ہے ۔ علامہ اسلمی  
جو امام اسلمی اور شجاعت میں بھی آپؑ سے ہیں ۔ جناب قیل کے لفظ پر حدیث میں ہے ۔ سلام نے  
جناب ام ابیہم کے ساتھ تھے ۔ حضرت ابیہمؑ نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔ اور آپؑ نے  
ام ابیہم کے ساتھ تھے ۔ قرآن و احادیث و احادیث ان کے بطن سے اولاد پیدا ہوئی ۔  
” و اول ما دلائل العباسؑ“ ۔ امام اسلمی نے فرمایا ۔ سلام آپ کے بطن سے  
سب سے پہلے پیدا ہوئے ۔ دیکھتے ہیں ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔  
جناب ام ابیہمؑ نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔  
جناب ام ابیہمؑ نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔

شرع فی الیہا دین الیہا ۔ دین الیہا دین الیہا ۔ دین الیہا دین الیہا ۔

عبارت مذکورہ بالا دو تہا ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔  
امام حسینؑ علیہ السلام و اولاد کے ساتھ ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔  
حضرت عباسؑ کی اولاد کی ولادت میں علیؑ کی ولادت کا راز ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔  
میرا سونپا ہے ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔

حسینؑ کی اس بے بکری سے مدد کی جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ہے  
دست حسینؑ ابن عباسؑ کا ہاتھ

یہ امر ناقابل انکار ہے کہ حضرت علیؑ کا راز کامل ہے آپ کا راز کا راز ۔

یہ قانون فطرت ہے کہ سب کے سب اپنے جیسے جیسے کی طرف سے ادا کرتا ہے ۔ زندگی تو درکنار  
مرنے کے بعد کا بھی سدا ان کی جگہ ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔ میرا سونپا ہے ۔  
جو اسلام کے مزاج ہی نہیں بلکہ اسلام کی جان اور اس کی بقا کے سبب انہیں میں ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔  
مسلمانوں کے تیغ ظلم سے اسلام پر نشانہ ہوں گے ۔ یعنی جب اسلام کی گردن پر ۔ علامہ اسلمی نے فرمایا ۔  
کی تیز ترین تلوار چل رہی ہوگی اسوقت حسینؑ اپنی اور اپنے سارے خاندان کی گردنوں کو پیش  
کر کے اسلام کی رگ جان کو بچا دیں گے ۔ ” اور وہ ایسا آدک وقت ہوگا کہ نہ میں ہوں گا اور نہ  
حسن ہوں گے اور نہ خوں خواروں کی تلواروں کے ڈر سے امام سلمان اس کی ہمنواں کر سکیں  
گے مگر آپؑ نے دست نشانہ بند کر کے درگاہ قاضی اکامات میں بربان حال مدین فرمایا کہ  
میرے پالنے والے میرے حسینؑ کی مدد کے لئے بھیجے ایک ایسا فرزند عطا کرو جس ہونٹاک  
اور دل ملا دینے والے موقع پر اس کی کس سواست کرے اور یہ وہ اپنی گردن پیش کرے تو  
میرا یہ فرزند اپنی رگ حیات کو تلواروں کی دھار کے سامنے پیش کرے کہ اس کی جان بچا دے  
اپنی جان نشانہ کر دے ۔

حضرت علیؑ علیہ السلام نے سیکھ کر کہ اس موقع پر جس طرح کے ذریعہ کی ضرورت ہے اس  
عورت کے بطن سے پیدا ہو سکتا ہے جس کا سارا خاندان نایت ہی شجاع اور بہادر ہو کہ ہو کہ  
اولاد میں خاندانی خون کا اثر ضرور ہوتا ہے ۔ اگر خاندان بیاور ہوگا تو اولاد میں بیادری کے  
اثرات ہوں گے اور اگر خاندان بزدل ہوگا تو اس اولاد میں بزدلی کے آثار نمایاں ہوں گے  
لہذا حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے جو اس وقت تک بچہ ہی واقع تھے یہ فرمایا کہ بھائی  
ذرا دیکھنا تو مہی گر کوئی ایسی عورت مل جائے جو بیاور دینا مرے  
خاندان سے ہو تو مجھے بتاؤ کہ میں اس سے اپنا عقد مرثیہ اسطے کروں کہ  
کلاس سے ایک نایت ہی بیاور فرزند پیدا ہو اور وہ اگر باریں میرے  
فرزند حسینؑ کا معین بن سکے ۔

حضرت علیؑ علیہ السلام کی اس فرمائش پر جناب عقیلؑ ناظر ہے ۔ ایک موقع سے کہا کہ اے علیؑ  
” امام ابیہمؑ کا بطن میری رائے ہے کہ آپ ام ابیہمؑ کا بطن ہے جس سے حضرت حسینؑ کا بطن



حکیم امت جو اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ آپ سے جتنے امور عالم شہود میں آئیں گے حکمت سے خالی نہوں گے۔ اس حکیم نبی شناس نے اپنی شہادت کے موقعہ پر شب جمعہ ۲۲ رمضان ۱۲۸۴ھ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں حضرت عباسؓ کا ہاتھ دیا علامہ کنٹوری مانتین کے ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ۔ ان علیاً حتی حضر وقاته فوض المواعظ الی حسین ولم یفوض الی غیرہ جب حضرت علی علیہ السلام کا وقت انتقال قریب ہوا تو آپ نے تمام لوگوں کو حضرت امام حسن کے سپرد فرمایا لیکن حضرت عباسؓ کو حضرت امام حسن کے سپرد نہ فرمایا اور امام حسینؓ کے ہاتھ میں دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے کمال حکمت سے کام لیا ہے اسلئے کہ حضرت عباسؓ کی شہادت ولادت کا مقصد صحت نبی تھا کہ یہ نگاہ کر لیں حسینؓ کی بے نیگری سے مدد کرے، اور یہ ظاہر ہے کہ ساتھ رہنے اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی مواسات کے جذبات کمال کی طرف مائل ہوتے ہیں تو عباسؓ کا حسینؓ کی سپردگی میں دنیا اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ اس میں تکمیل مقصد امیر المؤمنینؓ پر سے طور پر ہوگی۔

آئینہ کربلا

ہر قوم کے لئے ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہے

لاہوری دیکھنے سے تمام طالبی

[illegible]

## قائدانِ امام مظلوم کا انجام

[illegible]

فلسفہ الہیہ

میں نے فریاد کیا کہ: "اے اللہ! یہ سب کچھ میری طرف سے ہے۔" تو میری دعا قبول ہوئی اور میری ساری باتیں اچانک اچانک میری طرف سے ہو گئیں۔

جاروئیں آپ کا دل کیا کہتا ہے!

صاف ستھری کپڑے پہنیں

تو بہترین کیڑے آپر!

لکھنؤ جی، آئی لائٹری نظیر آباد لکھنؤ میں  
تشریف لا کر دھوا سکتے ہیں

العصا

اور دوسرا مہینوں کے بالکل نئے نوحہ جات

## ہماری دوکان سے طلب فرمائیے

غلاوہ اسکے خراتی جہد بدو قدیم اور حدیث خوانی کی کتابیں  
 کبھی ہمارے ذریعہ سے بہ کفایت روانہ ہو سکتی ہیں اور دیکھنا

آج ہے ۱۰ محرم تک روپیہ عایتی

یہ نظم حسن نقوی، منبر لکھنؤ کا کلینی، اچوک لکھنؤ

اس خبر کے بعد

دستر نفاذ میں عشرہ محرم کی تعطیل ہو جائے گی

اس کا خط ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء کا پیر چٹائی ننگا

خادم نیچر نگارہ

مومنین انتظار نہ فرمائیں

# شہادتِ شہید

(از جناب مرزا فدا علی صاحب خجھر لکھنؤی)

بڑھ بڑھ کے دل پر لے لیا: بے جگری کا یہ عالم تھا کہ تمام بڑھے، جوان، بچے مسکرائے  
زخم کھاتے تھے گویا یہی نعمت تھی جو آج سے قبل یا آج کے بعد کبھی حاصل ہونے والی نہ تھی!

دن چڑھا، باغی، اڑائی کی آگ روشن تھی۔ عمرو بن العجاج کے مہینہ نے حسینؑ سے  
سنت اڑائی مکہ میں لینے کے بعد پچاس ہزاروں کو نہر آلود پیکانوں کی بھینٹ چڑھوا دیا  
یہ صبح ہے کہ ان خونریز جلوں میں ہزاروں کوئی دشمنی مجاہدوں کے نیند و شیریں کی خوراک بن  
تھے لیکن سپاہیوں کی فراوانی نے اس نقصان کا حساس ہونے دیا بلکہ امام کی طرف نصف بھرنے  
فوج کے لغت جانے سے حوصلہ پھوٹا اور بڑھ گیا اور عمرو بن العجاج کی تقلید کرتے ہوئے شمرؑ  
اپنے میسرے کے ساتھ دھنچے باز و پر حملہ کر دیا!

اگ چہ شاہ نام سپاہ کے طرفداروں میں کچھ پیادے ہی باقی رہ گئے تھے لیکن انھوں نے فن کا  
جدوجہد سے بڑھتے ہوئے قدم روک دے بشر کی تمام تر کشش اکارت لٹی اور دیکھتے ہی دیکھ  
میدان صاف ہو گیا۔

فلذک نزاکا اول وقت شریف ہو چکا تھا۔ آسمان سے آگ گر رہی تھی اور میدان میں خون  
مینہ برس رہا تھا حریف جا ہٹا تھا کہ جلد سے جلد بقیۃ السیف مجاہدین کو بھی ترسٹا کر کے خون  
کا مہم کرے اور مجاہدین کی تمنا تھی کہ اپنے امام کی آفتاب میں لہر کا قریضہ ادا کر کے بدرازہ  
جنت ہوں۔

ایں تڑپتی چہ بر شامہ صالہ کی کوجاہین کے مقابلہ سے چھوڑ کر امام کی خدمت میں پہنچ لائی۔ انھوں  
نے سو و اندھو پڑھیں کی تاسلا میں دیکھ کر ہموں کو شقیۃ بالکل آپ کے نزدیک آئے جان  
نہاں کئے تھے۔ ہاں کسم نلا سواری موجود کی ہیں آپ کے دشمنوں پر کوئی آپج نہ آنے پائے گے  
سنی کہ میں لڑا تھا آپ پر شہر ہو جا رہا ہے۔ انی چو شہر میں نازاں ہیں کا وقت آہی چکا ہے  
آپ کے ساتھ۔ انہوں نے اس کے بعد خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو دیوں گے۔

ابو تالمی و اولاد پر حارس ہو شہر میں آئے۔ امام کے کھانڈا اس پر لڑا۔ انھوں نے نہ اٹھا کر  
آسمان کی طرف اٹھا۔ پھر شہر اڑا دیا۔ امام نے اسے لایا۔ انہوں میں نازاں کیو کیا ہے۔ خدا  
کو نازگزاروں اور نازگزاروں میں محسوب فرمائے۔ جیسا کہ یہ ناز کا اول وقت ہے۔

حالت یہ تھی کہ جنگ شدت سے جاری تھی۔ نامہروں کی قدرت کے باعث حریفین محتاج  
حیلے کرنے اور بڑھتے میں مدد دت تھے۔ کوئی حربہ ایسا باقی نہ تھا جو چند نفروں کی طاقت کے  
دور نوریل ہو شیریں زونوں کی تلو، رب کمال کی طرف پناہ دیکھان دیو قیس، نیند و شیریں  
خونریز زانہیں نہ لے موزا بین الملوہی، بندہ و خورق، خدا کے دروں کی کانوں پر نیند  
ہو کر سناتے ہوئے آگے زخمی شہروں کو اور شہر کے چاروں طرف کھینچ لیتی تھی کہ رہے سنا  
اس صورت میں نازاں اڈا کرنا آسان نہ تھا لیکن حق کو نوازا کرنے والے مظاہر امام  
اس گھم میں ناز و خوف ادا کرنے کا عزم فرماتے ہوئے شہر اڑا دیا۔ ان کو نور

کر بلا کا عظیم الشان واقعہ جس طرح حق و باطل کا فرق واضح کرتا ہے اسی صورت سے ان  
جانبازوں کی بے نظیر و فدا و خلوص پر بھی روشنی چھوڑتا ہے جو "محبت فی القربہ" کے بلند بانگ  
مطالعہ پر "لبیک" کی اطاعت کو شہر صلابت کرتے ہوئے سیدار رسول اللہ کے قریب جمع ہو گئے جنہوں  
نے یزیدی خوت اور زبایدی موافقات کو بے حقیقت سمجھتے ہوئے پس پشت ڈال دیا اور انسانی  
سوز و مصائب میں صبر و تحمل کا محیر العقول مظاہرہ پیش کرتے ہوئے جان کی گراں مایہ چیز قربان  
یہ ترایان دسویں محرم کی صبح کے ساتھ شروع ہو گئے۔ اُدھر پہنچ کر دوش سے کمان اتری،  
ترکش سے تیر بھل کر کمان کے چلے میں جڑا کھینچ لیا۔ چھوٹ کر نبی زادے کی قدیم کو حاضر ہوا کہ فدا  
کی جاں شاری کا جذبہ پیش از پیش ہو گیا۔ سر و غلوں کے ہاتھ بڑھ بڑھ کے عمراتینوں کے قریب  
پر جا پڑے۔ شیرانہ جیتوں لیں اور جاننا زدن کی پشت پر بے مین ہو گئے۔

یہ واقعہ ہے کہ تین شبانہ روز کی جھجک پیاس نے، جو ان کی سخت و مصعب گری کے  
ساتھ آویزش کر کے انھیں ٹری صدمہ نکل کر دیا تھا، ان کی صورتوں سے پیر مردگی ہو رہی تھی۔ انھوں  
کا حلقوں میں اتر جانا، لبوں کی خشکی یا شکموں کا دھنساؤ ان کے ظاہری ضعف پر ولات کرتا تھا لیکن  
روحانیت کے زور کا اندازہ کسی کو اس وقت تک نہ ہو سکا تھا جب تک ان کے امام نے انھیں جہاد فی سبیل  
کی اجازت نہ عطا کر دی۔

در حقیقت یہ انے گئے جو ان مددوں کا محیب ترین کا نام تھا کہ تیس ہزار سے دوا لاکھ تک  
کو فیوں کی کثیر جماعت آب و ہوا سے آسودہ ہوئی کہ باوجود حیثیت بکری کے مانند کھانسی چھڑکتی  
آج ان پر زندگی کا وقفہ تنگ ہو چکا تھا اور میدان کارزار سے جانے جانے کی کوئی امید باقی نہ تھی!  
وہ کبھی انفرادی جنگ کا حوصلہ نہ کر سکتے تھے لیکن شجاعت کا فریب بہت جلد کفر  
کر دیا کہ پہچان دیا تھا جب موت کا خوف ان کے گھبراہٹ میں اپنے غلے میں کسے محسوس ہوتا تھا تو کچھ مغلوبہ  
اڑائی پر اتر آتے تھے، یکہ و تنہا پر چاروں طرف سے چڑھائی ہوتی تھی، تیروں کا مینہ برستا تھا، انگریوں  
چھروں کی بارش کی جاتی تھی اور ہر گنہگار سے دیر کو ہلاک کر دیتی تھی۔

حسینیوں کی مختصر جماعت کو دنیا کی مطلق چاہ نہ تھی جو کبھی ہر طور پر فتح و غلبہ کی خواہش  
کرتے۔ وہ تو جانبین شاکر کے صرف حق کا بول بالا کرنے کو کہلا میں جمع ہو گئے تھے۔ انھیں میں امام تھا کہ  
محمدی دین کا احیاء بقا اسی وقت ممکن ہے جب وہ یزیدیوں کی جفا جوی کا شکار بن کر تنواروں کی بار  
پر گئے رکھ دیں، اپنے خون اور گوشت کو لوہے کی خوراک بنا دینے کے بعد ہی سرور کا مایا بی نصیب  
ہو سکتی ہے ہی اسباب تھے کہ ان میں کی ایک ایک ذرہ شہادت کا بے پایاں جذبہ لے ہوئے قتل گاہ  
میں قدم لگتی تھی۔ ایک سانے آیا تو ایک سے جنگ کی اور سیکڑوں نے اجتماعی حملہ کیا تو سیکڑوں  
کے مقابلہ پر ڈٹ گئے اور اس گھڑی تک پاؤں پیچھے نہ سرکایا جب تک خدا کی حضور میں سرکایا یہ پیش  
نہ کر لیا۔

آخر یہ جہاد ہی کا مشوق تھا کہ مجاہدین نے بارش کی بوندیوں کی طرح برستے ہوئے تیروں  
کے سانے اپنے سینے پیش کر دیے۔ سانے سے جو زندگ آئی اسے ڈھال پر روک دینے کے بدلے

سپر کر دیتے تھے۔

دشمن کی تمام جدوجہد اور ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں ان کے حملوں میں جس قدر سختی آتی گئی مجاہدین کا اندامی جوش و خروش بڑھتا رہا۔ سعید بن عبد اللہ امام کے سامنے سینہ سپر کرے استادہ تھے۔ جب مدعیوں کا جھگڑا ان کی طرف بڑھتا تھا تو وہ کمال بے جگری سے مقابلہ کر کے انھیں ہٹکا دیتے تھے تیروں کی بوچھاڑ روکنے کو انھوں نے اپنے سینہ کو سپر کر دیا تھا۔ ان کی دوس ٹکائیں بھیگی کی طرح چاروں طرف گھوم رہی تھیں جہر سے کوئی مذنب آتے نظر پڑا تھا وہ چھٹ کر اپنا سینہ پیش کر دیتے تھے۔

اس کہ وکاش نے انھیں سر سے پاؤں تک نرالی بنا دیا تھا۔ جیتے جیتے خون کی دھاریں تمام پندے سے جاری تھیں جسے بھر میں کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں سو فاپوست نہ لگا ہوا اور جراثیموں کو لمونہ بہہ رہا ہو۔ خون کے بے انتہا اخراج نے از حد کمزور کر دیا تھا اور اب یہ حالت پہنچ چکی تھی کہ قدموں کو نلش ہونے لگی تھی لیکن وہ روحانی طاقت سے کام لیکر اپنے آپ کو سنبھالے تھے۔

جتنے عرصے تک ناز کا سلسلہ جاری رہا وہ امام کی حفاظت میں کوشش کرتے رہے موت آنکھوں کو بند کرنا چاہتی تھی اور وہ کچھ انھیں کھولے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ امام نے سلام پھیر کر ناز ختم کی۔ اب سعید کا زہینہ پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے لڑکھڑاکر گرسا اور کچھ اس طرح سید الشہداء کے روئے مبارک پر نگاہ کی گویا وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی جان سپار نہ خدمت مقبول ہوئی یا نہیں؟ امام کی پسندیدہ نگاہوں نے انھیں جنت الفردوس اور حور و قصور کا دنیا از مشرودہ دیا۔ فی الفور چہرے کی خشکی دھو کر مسرت و شادمانی کے آثار رونما ہو گئے دونوں آنکھوں کے پانہ خوشی کے بادہ سے چھلکنے لگے۔ بیوں پر ہلکا ہلکا بستم نمودار ہوا اور وہ اپنے سید و مولائے رولے مبارک کی زیارت کرتے ہوئے دار فانی سے عالم جاودانی کی سمت کوچ فرمائے۔

ہرگز نہ سیر و آں دلش زندہ شد بعشق !  
بخت است بر جسد یدہ عالم دوام

سید عباس

از جناب حکیم سید منظر علی صاحب گلبرای

والدین کوئی مثل عباس  
عالم نہیں لاکتا علی عباس

اک مشک کا فین اللہ اکبر منظر  
چہ چار طرف کھینچیں عباس

کو اتنی دیر کے لئے لڑائی۔ دیکھیں کہ ہم لوگ ناز پڑھیں!

ایک صحابی نے آگے بڑھ کر کھانچا لیکن امام کا پیام پہنچا لیکن ان مسلم ناکافروں نے خدا کی عہدیت کے واسطے ملت دینا منظور نہ کیا بلکہ شریعت کے خلاف طریقے کی دل آزاری میں لگے۔ انہیں شریعت کے خلاف کثرت سے خصوصیت سے حصین بن قیس نے صف سے باہر نکل کے طنز یہ لہجہ میں لٹکار دیا۔ حسین بن قیس نے فرمایا: "مقبول نہیں ہے!!!"

یہ کہنے، نیزہ و تلوار کی طرح انصار کے قلوب پر لگے۔ حبیب ابن مظاہر کو غصا آگیا۔ انھوں نے لب چباتے ہوئے جواب دیا: "اولم یوں کیا بکتا ہے؟ تیری ناز تو مقبول ہو اور رسول کے فرزند کی ناز قبول ہونے کے قابل نہ ہو! (امام سے) مولانا اب دشمنوں کے طعنہ سے نہیں جانتے مجھے اجازت عطا ہو کہ تمہاری ناز جنت میں آپ کے ناز رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ کر داکروں!"

حبیب کے ترکی پر جواب نے حصین کو غضبناک کر دیا۔ وہ تلوار تولے ہوئے بڑھا اور ضعیف العمر مجاہد پر ہرس پڑا۔ تلوار فضا میں بلند ہو کر چمکی اور خیم زدن میں علی کی طرح حبیب پر گری۔ اگرچہ کموت کا زمانہ تھا، ان میں جوانی کا کس بل یا پھر قیام موجود نہ تھی پھر بھی ایسا جوش اور جذبہ نے شباب کی سی جیتی و چالاکی پیدا کر دی۔ انھوں نے دل چاہے جتنی سے وائے دیکھ کر جوانی ضرب لگائی۔ جہینہ جہینہ خون سے واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو کسی نہ کسی دین کی باطن میں شش توڑا۔ اور اب لڑنے کو محض ہرگز سکھا۔ وہ سر پر چوٹ کھائیے باعث ملت ہو گیا۔ حصین نے سنبھلنے کی تدبیر کوشش کی لیکن ممکن نہ ہوا ٹھکنا ہوا زمین پر رہا۔

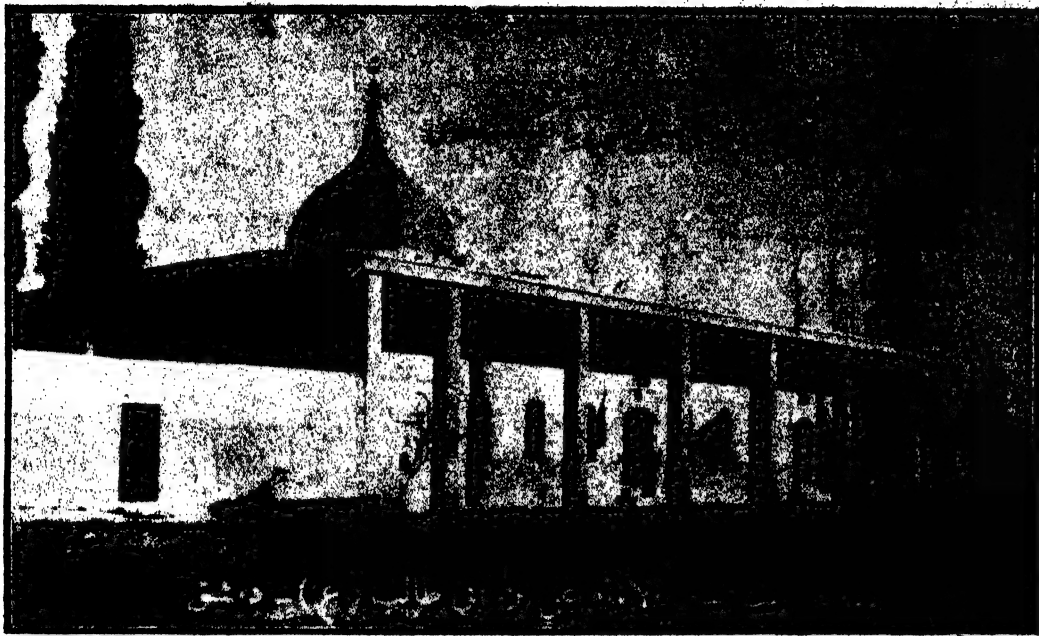
حبیب نے بڑھ کر زوی کا قہر کرنا چاہا۔ موت کی کھینچ تھوڑی سی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا، خون در جانے مصعب کر لیا اور وہ چمک چمک کر اپنے لائق اوسا مقبوس سے فرما کر لے لگا۔ آواز فضا میں گونجی۔ دیکھتے ہی دیکھتے صد بلعین پڑے اور حصین کو اپنے حصار میں کر لیا۔

اشتیاء کو قہر و شام نے نیچے زادے کو ناز کی ملت نہیں دی! حبیب نے یادگار جنگ کرنے اور سیلڑوں بے دینوں کو خیم میں پہنچانے کے بعد شہادت کا شربت نوش کر لیا۔ لڑائی نے کچھ اور شدت پکڑ لی۔ گرام ناز پھینکے کا ارادہ کر چکے تھے۔ انھوں نے زہیر بن قین اور سعید بن عبد اللہ حنفی کو حکم دیا وہ تم دونوں آگے بڑھو اور اس وقت تک حملہ آوروں تک حملہ دروں کو روکتے رہو جب تک میں نلہر کی ناز نہ ادا کر لوں!"

بقیۃ السیف انصار و جماعتوں میں تقسیم ہو کر نصف امام کے عقب میں موجود بے نیازی ناز ادا کرنے میں مشغول ہوئے اور نصف مجاہد و انگلیوں کی پوروں سے بھی کھٹے لاکھوں کے مقابلے پر قدم گاڑنے کھڑے ہو گئے۔

حریفوں کے لئے یہ سنہری موقع تھا۔ وہ ہجوم کر کے حملے کرنے لگے تیروں کی بارش میں اضافہ ہو گیا لیکن سید الشہداء پر جانیں نثار کر دینے والے کچھ اس قیامت کا عزم و ثبات رکھتے تھے کہ ان پر ان کو دشمن حملوں کا مطلق اثر نہ ہوا۔ جب کوئی نول نازیوں کو شہید کر کے ارادے سے بڑھا، وہ تلواریں تول تول کر جا پڑے اور ایسے عظیم الشان جہر و کھانے کے منافقین کو ناکام پسپا ہوا پڑا۔

خصوصیت سے زہیر بن قین اور سعید بن عبد اللہ کی فداکاری تھی۔ وہ گوشت پوست کے لوہے کے انسان بن گئے تھے۔ انھیں نہ تو نیزے کی انیاں بھیجے ڈھکیل سکتی تھیں نہ تلوار میں نہ پھرا پرقا در ہوئی تھیں۔ پیکان تو اتنا خطر پسند دیر تھے کہ جب کوئی سنسناتا ہوا تیر سامنے آتا تھا



روضہ مطہرہ ثانی زہرا حضرت زینب صلوٰۃ اللہ علیہا (دمشق)



مقبرہ مقدس حضرت زینب صلوٰۃ اللہ علیہا (دمشق)



روضہ حضرت ام کلثوم بنت ابی طالب (دمشق)

سپر کر دیتے تھے۔

دشمن کی تمام جدوجہد اور ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں ان کے حملوں میں جس قدر سختی آئی گئی مجاہدین کا اندامی جوش و خروش بڑھتا ہی رہا سعید بن عبد اللہ امام کے سامنے سینہ سپر کرے استادہ تھے۔ جب مدعیوں کا جھگڑا ان کی طرف بڑھتا تھا تو وہ کمال بے جگری سے مقابلہ کر کے انھیں ہٹکا دیتے تھے تیروں کی بوچھاڑ روکنے کو انھوں نے اپنے سینہ کو سپر بنا دیا تھا۔ ان کی دوس نکاہیں جنگ کی طرح چاروں طرف گھوم رہی تھیں جدہ سے کوئی مذگ آتے نظر پڑتا تھا وہ چھپ کر اپنا سینہ پیش کر دیتے تھے۔

اس کہ وہ کاوش نے انھیں سر سے پاؤں تک مرنال بنا دیا تھا۔ جیتے جیتے خون کی دھاریں تمام بندھے سے جاری تھیں جب پھر میں کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں سونا پیوست نہ ہو گیا ہو اور جراحاتوں کو لمونہ بہرہ ہو خون کے بے انتہا اخراج نے از حد کمزور کر دیا تھا اور اب یہ حالت پہنچ چکی تھی کھدروں کو نرسش ہونے لگی تھی لیکن وہ روحانی طاقت سے کام لیکر اپنے آپ کو سنبھالے تھے۔

جتنے عرصہ تک ناز کا سلسلہ جاری رہا وہ امام کی حفاظت میں کوشش کرتے رہے موت آنکھوں کو بند کرنا چاہتی تھی اور وہ کب انھیں کھولے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ امام نے سلام پھیر کر ناز ختم کی۔ اب سعید کا فریضہ پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے لڑکھڑا کر گرے اور کچھ اس طرح سید الشہداء کے روئے مبارک پر نگاہ کی گویا وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی جان سپارانہ خدمت مقبول ہوئی یا نہیں؟ امام کی پسندیدہ نگاہوں نے انھیں جنت الفردوس اور حور و بقور کا دنیاؤں شہدہ دیا۔ فی النور چہرے کی خوشگئی و فہم و کرم و شادمانی کے آثار رونما ہو گئے دونوں آنکھوں کے پانہ خوشی کے بادہ سے چھلکنے لگے۔ بھوں پر لگا لگا ہاتھ ملے ہوئے اور وہ اپنے سید و مولائے روئے مبارک کی زیارت کرتے ہوئے دار فانی سے عالم جاودانی کی سمت کوچ فرما گئے۔

ہرگز نہ میرا آن دلش زندہ شد بعشق !  
بشت است بر جسد یدہ عالم دوام

سید عباس

(از جناب حکیم سید مظفر علی صاحب لکھنؤ)

والدین کو نیکو مشیت  
عالم نہیں لاکتا عین عبادت

اک مشک کا فیض اللہ اکبر منظر  
بہ چاروں طرف سے عبادت

کو اتنی دیر کے لئے طاعنی ہو کہ ہم لوگ ناز پڑھیں

لیکن یہ ساری باتیں اچھے اور خیر ہیں امام کا یہ کام پیچیدہ یا لیکن ان مسلم ناکافروں نے خدا کی عزت کے واسطے اپنے جان و مال کی قربانی کی ہے۔ ان کے شہر میں نے طرح طرح کی دل آزاری مزیلیں کن ایتر شہر کو دیں خصوصیت سے حصین بن کثیم نے صف سے باہر نکل کے طنز پر لہجہ میں لکھا کہ حسین کو قتل کرنے میں مقبول نہیں ہے !!!

برائے، نیزہ و تلوار کی طرح انصار کے قلوب پر لگے حبیب ابن مظاہر کو غیظا گیا۔ انھوں نے لب چباتے ہوئے جواب دیا اور ملعون کیا بکتا ہے؟ تیری ناز تو مقبول ہو اور رسول کے فرزند کی ناز قبول ہونے کے قابل نہ ہو (امام سے) اور اب دشمنوں کے طعنہ سے تمیں چاہئے مجھے اجازت خدا ہو کہ تیری ناز جنت میں آپ کے نانا رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ کر دائروں کا

حبیب کے ترکی پر ترکی جواب نے حصین کو غضبناک کر دیا۔ وہ تلوار تو لے ہوئے بڑھا اور ضعیف العمر مجاہد پر برس پڑا، تلوار فضا میں بلند ہو کے چمکی اور ختم زدن کی آواز کی طرح حبیب پر گری۔ اگرچہ کموت کا زمانہ تھا، ان میں جوانی کا کس بل یا پھر قیامیو و نہ تھی کچھ بھی، یہاں جوش اور جذبہ نے شباب کی ہی جیتی و چالاکی پیدا کر دی۔ انھوں نے ان کی چاکرستی سے وارنہ و کیر جو اپنی ضرب لگائی جیتے جیتے خون سے واقفیت رکھتا تھا اس نے اپنے آپ کو کسی زخم سے بچنے کی خاطر اپنی جگہ سے ہٹ کر کھڑے ہوئے اور وہ سر پر جوت کھانیٹیل یا ست صاف ہو گیا۔ انھیں نے سنبھلنے کی جگہ کو تلاش کیا لیکن ممکن نہ ہوا نہ کھٹکا ہوا زمین پر آ رہا۔

حبیب نے بڑھ کر مودی کا قلم بٹیا جابا موت کی جھلک منظر میں آئی انھوں کے سامنے گھومتے لگا، خوف ورجائے مستطرب کر دیا اور وہ پیچ کر اپنے لائق اور اچھوتوں سے فرار کرنے لگا۔ آواز فضا میں گونجی، دیکھتے ہی دیکھتے صدائیں پڑنے اور حصین کو اپنے حصار میں کر لیا۔

استقیانے کو قتل و شام میں تیری زادے کو ناز کی مہلت نہیں دی! حبیب نے یاد کا جنگ کرنے اور سیاروں کے نیوں کو انہم میں پہنچانے کے بعد شہادت کا شربت نوش کر لیا۔ لڑائی نے کچھ اور شدت پکڑ لی گویا امام ناز پہنچنے کا راہ کر چکے تھے۔ انھوں نے نہ میر بن قین، اور حسین بن عبد اللہ جی کو حکم دیا کہ وہ دونوں آگے بڑھو اور اس وقت تک حملہ آور نہ ہو کہ حملہ دروں کو روکے ہو جب تک میں لڑی ناز نہ ادا کر لوں۔

بقیتہ السیف انصار و جماعتوں میں منقسم ہو کر نصف امام کے عقب میں موجود بے نیازی کی ناز ادا کرنے میں مشغول ہوئے اور نصف مجاہد جو، وانگلیوں کی پوروں سے بھی کم تھے لاکھوں کے مقابلے پر قدم گاڑنے لگے ہوئے۔

جریفوں کے لئے یہ سنہری موقع تھا۔ وہ ہجوم کو کر کے حملے کرنے لگے تیروں کی بارش میں صاف ہو گیا لیکن سید الشہداء پر جانیں نثار کر دینے والے کچھ اس قیامت کا عزم و ثبات رکھتے تھے کہ ان پر ان کو دشمن حملوں کا مطلق اثر نہ ہوا۔ جب کوئی غول نازیوں کو شہید کر کے ارادے سے بڑھا، وہ تلواریں تول تول کر چاڑھے، دایسے عظیم المثال چہرے دکھائے کہ منافقین کو ناکام پسپا ہونا پڑا۔

خصوصیت سے نہ میر بن قین، اور سعید بن عبد اللہ کی فداکاری تھی۔ وہ گوشت پوست کے برے لوہے کے انسان بن گئے تھے۔ انھیں نہ تو نیرے کا انیاں پیچھے ڈھکیں سکتی تھیں نہ تلوار میں منہ پھرا دینے پر تیار نہ ہو سکتی تھیں پیکان تو اساطیر پسند دہیے تھے کہ جب کوئی سناٹا ہوا تیرے سامنے آتا تو





روضہ مطہرہ ثانی زہرا حضرت زینب صلوات اللہ علیہا (دمشق)



روضہ حضرت ام کلثوم بنت ابی طالب علیہا السلام (دمشق)



مقام مقدس حضرت زینب صلوات اللہ علیہا (دمشق)





مقام دفن سکیفہ بذات الامام الحسین (ع) - دمشق  
مقام دفن سکیفہ بذات الحسن علیہ السلام (دمشق)



روضہ مطہرہ حضرت لفسیہ بذات امام جعفر صادق  
علیہ السلام (مصر)



دمشق میں اس جگہ سرہائے شہدائے کربلا رکھے گئے تھے



لوہے کے انسان رقبہ بذات جناب امیر علیہ السلام  
پرتا درہوئی اختیار کیا

# حقیقت مذہب اور مادی کشمکش کی پابندی

## مولانا محمد علی مرحوم کے شاعرانہ نکتہ نظر سے

(از جناب سید شامس الدین صاحب نقوی دہرہ دہلی)

مادیات کو قطع نظر کر کے اگر آفرینش عالم کو مدنظر نہ بھی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو دنیا کا کوئی فرد اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ خلقت کائنات کا منشأ خداوندی ایک ہی تھا جو ازل سے تا اب ایک ہی رہے گا۔ یہ دوسری صورت ہے کہ تمام مذہب عالم اپنے اپنے نکتہ نظر اور ماحول کو پیش نظر رکھتے ہوئے حقیقت کو نئے نئے نظریوں سے پیش کرتے ہیں۔

انقلابیات زمانہ اور حیات انسانی کے نئے نئے تقاضوں نے حالات اور کیفیات کو یہاں تک تبدیل کر دیا ہے کہ ہر مقام ہر جگہ ہر فرد اپنے گرد پیش ایک نئی دنیا قائم کئے ہے۔ یہ سب اپنے اپنے مقام پر کتنے ہی درست کیوں نہیں مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ اختلافات کا مجموعہ ایک ہی مرکز کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے جس کے ماتحت خدائے قدوس ”جہگوان“ یا ”عیسوی“ خدائے دنیا کو پیدا کیا تھا۔ حقیقت ہر حالت میں ہر زمانہ میں بلکہ ہر دور میں حقیقت رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اگر عالم انسانیت کو ذہنیات کی پابندیوں سے علیحدہ کر کے ہوئے دیکھا جائے تو ہر قوم ہر ملت ہر قبیلہ میں مختلف اوقات میں ایسے افراد پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے حقیقت کے انکار سے کبھی گریز نہیں کیا خواہ دنیا اسکو مانے یا نہ مانے۔ چونکہ انسانی زندگی میں افراد و تفریط اور مراتب کے مختلف درجات رہے ہیں لہذا اگر اصل زندگی کے سر ہیلو کو علیحدہ کر دیا جائے تو زندگی کے واسطے ایک نہ ایک ایسی سستی ضرور ملجائی جس نے حیات انسانی کے ایک مخصوص ہیلو کو ایسے بلند معیار سے پیش کیا ہو کہ اس سے پہلے اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی اسکو اس سے بہتر صورت میں ظاہر کرنے سے قاصر رہی ہوں۔

یہ نکتہ صائب کا بہترین شاہکار

اور حقیقت یہ ہے کہ اندی کا ایک ایسا مہل مونہ ہے جس میں خلائی عالم نے تمام صفات اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دیے ہیں کہ اگر کوئی شخص صرف انسان اور انسانیت کے جانے میں غم کو مکمل کرنا چاہے تو وہ جملہ بھلائیوں اور خوبیوں کا ایک بہترین نمونہ بن سکتا ہے۔

مذہبی جذبات سے خود کو علیحدہ کرتے ہوئے میں جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اہلبیت رسولؑ میں ایسی ایسی سہائیاں ہوئی ہیں جو بذات خود جملہ صفات و کمالات کا نمونہ ہونے کے علاوہ انہی بعض انفرادی خصوصیات میں اس حد تک مضمونیت پیدا کر چکی تھیں کہ خود اہلبیت اور ائمہ علیہم السلام میں دوسرے بزرگوار انکا نمونہ پیش کر سکے۔ معرکہ کربلا میں وفاداری کے نکتہ نظر اور اخوت کے پیش نظر تین شاہانہ رو کی مسلسل بھوک و پیاس میں حضرت عباسؑ علیہ السلام نے ایسی مثال پیش کی ہے کہ دنیا انگشت بدندان ہے۔ اس

وقت چونکہ ابوالفضل العباسؑ نمبر کے لئے مجھے عام اسلامی نکتہ نظر سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلام اور اسلامیات اپنے لائق اختلافات کے باوجود صرف ایک اور ایک ہی مرکز پر قائم ہے۔ لہذا میں دیگر چیزوں کو جو کہ اس مضمون میں اتفاقاً پیدا ہو گئی ہیں نظر انداز کرتا ہوں۔ مذہب اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں بہرہ اور ہر زمانہ میں غیر معمولی قابلیت کے مشاہیر پیش کئے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ مولانا محمد علی مرحوم ہمارے درمیان نکلے اسلام کے ایک گوشہ سے دو گوشہ نکال کر لیا اور اسلام کی زندگی کی جڑ جہد میں مصروف تھے۔ مولانا مرحوم نے اس ابتلا کے زمانہ میں مذہبی مسلمانوں کی تھکے واسطے جو جہد و جدوجہد

اختیار فرمایا ہے وہ توصیف اور تعریف سے بالاتر ہے مولانا ہمیشہ عام مسلمانوں کی فلاح اور بہبودی کے واسطے کوشاں رہے مگر اسکے باوجود بھی از حد متاحد مذہبی نکتہ نظر سے وہ ایک خاص نظریت کے پابند تھے۔ اسلام کے متعدد مذہبی فرقوں میں اس قدر اختلافات ہیں کہ اگر کوئی کہ نہر وار علیحدہ علیحدہ لکھا جائے تو کوئی نظریہ ایک دوسرے سے مطابقت نہیں کر سکتا لیکن وحدانیت کے علاوہ فروعات میں ایک عجیب غریب بات یہ ہے کہ جب کسی قومی لیڈر نے مسلمانوں کو اکٹھا کرنا اور ان میں جذبات اسلامیات پیدا کرنے کے واسطے جوش دلا یا ہے تو مثلاً تاسی البیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ مولانا موصوف ایک قابل ادیب اور اڈیٹر ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھے۔ اتفاقاً مرحوم کا دیوان میرے ہاتھ آ گیا۔ ”اف“ سے ”یہ“ تک شاعری کے علاوہ جو کہ نہایت قابلیت کمال اور قادر الکلام ہوگا شجوت ہے جہاں کہیں تشبیل کو پیش نظر رکھا گیا ہے تو ہمیشہ البیت رسولؑ کو مثال میں پیش کیا ہے اس کے علاوہ ایک شعر بھی میری نظر سے ایسا نہیں گزرا جس میں کسی ”اور“ سے عقیدت ظاہر کی گئی ہو۔ ضرورت پیش آئی کہ مسلمانوں کو قومی و تجارتی اشارے واسطے مجبور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں انہی مختصر زندگی میں مرحوم نے ہزار ہا تقریریں کی ”کامریٹ“ اور ”مہم کے کالم کے کالم سیاہ کر کے الے جو آج باوجود انتہائی تلاش و جستجو کے دستیاب نہیں ہو سکتے مگر اس مختصر شعر میں اس تمام جدوجہد کا خلاصہ اس طرح پیش فرمایا ہے کہ جس وقت بھی کوئی مسلمان اپنی خدمات اسلام کے واسطے پیش کرنا چاہے وہ مولانا کی زندگی کے اس نظریہ سے سبق سیکھنے کے بعد قدم اٹھے بڑھاسکتا ہے۔

سینچا تھا اسکو اپنے لہو سے سینے میں

اب چاہے اس جہنم کو نذرانے پیار کے

دوسری جگہ پھر اس اشارے کے دلولہ کو سطح نظم فرمایا ہے

قتل حسینؑ ہل میں مرگ یزیدؑ

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد

دنیا کو مندر کر بلا شاعر کے معنوی حیثیت سے لکھنا

بی اختلافات کبوں نہ ہو مگر میرے خیال میں مولانا نے

صرف جوش اور جذبہ کے ماتحت اس نقش مضمون کو اس

طرح پیش فرمایا ہے کہ شاعرانہ جذبہ۔ مذہبی عقیدت اور اسلامی دلولہ کے ماتحت انہوں نے سچی الفاظ کی نشست

نظارہ انداز فرمادیا۔

آج کل کے مسلمانوں کی عام حالت کو ان مختصر مگر جامع اشار میں احسن و خوبی سے پیش کیا ہے کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی اس قدر جامع تبصرہ اس خوبصورتی سے نہیں کر سکتا جس طرح مولانا مرحوم نے ان چند اشار میں مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت کو ظاہر فرمادیا ہے۔

ہے بعد کہ بلا سے بھی قرب یزید بھی

اور چاہتے ہیں کہ نہ ہوں چلتی سے دور

فرست کتے خوشامد شمر و یزید سے

اب اذعانے پیروی چلتی کہاں

مسلمانوں کو یہ بتانے کے لئے کہ فتح و ظفر اکثریت پر بھی

نہیں ہے بلکہ حق و صداقت پر برکت والی اقلیت

ہیشہ رہ بند رہے گی۔ آپ نے یوں فرمایا ہے۔

ہوں جو کثرت ہی کے قائل ان پہ کیا

راہِ فتح سب پانچیر کھلے

حقیقت کے سامنے سر بلند ہی اور بدی سے کنارہ کشی

کا منظر اس خوش اسلوبی سے پیش فرماتے ہیں۔

جب تک کہ دل سے محو نہ ہو کر بلا کی یاد  
ہم سے نہ ہو سکے گی اطاعت یزید کی  
خاص نہ ہی نکتہ نظر سے حضرت اہلبیت سے محبت عقیدت  
یوں ظاہر فرماتے ہیں۔

رینا بھی داؤد تثنیٰ ہی یوں حسین کو  
کو فر کا اک یہا نہ نبی کر بلا سے دوست

کر بلا ہے ہسانہ کو شر

جائے صدقے اس ہانہ کے

ما تم شبیر ہے آمد مہدی ہلک

قوم ابھی سو گوار دیکھئے کب تک ہے

کتے ہیں لوگ ہے رہ ظلمات پر خطر

کچھ دشت کر بلا سے سوا ہوتا ہوا ہے

جو دشت کہ آرام گہ سبب نبی ہے

اس دشت کو لاکھوں ابھی آباد کریں گے

مسلمانوں کا فرض اولیٰ حق و صداقت پر جان نیا

ہے لہذا زندگی کے قیمتی لمحات کو یہاں کے چند روزہ

فانی عیش و آرام کی نذر کر کے جویش اسلامی کو سر و نہر کر دینا

چاہئے۔ اس لئے آپ نے فرمادیا ہے۔  
ہم عیش و روزہ کے بھی منکر نہیں لیکن  
ایک شہ کرب و بلا اور ہی کچھ ہے۔

ذہب حق پر لڑنے والا سب ہی عزیز و اقارب کی  
جدائی اور بھوک و پیاس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے میدان  
میں کود پڑتا ہے اور سر کٹ کر زندہ جاوید کہلا جاتا ہے۔  
مولانا نے اسکو یوں نظم فرمایا ہے۔

خود خضر کو شبیر کی اس تشبہ ہی سے

معلوم ہوا کہ اب تھا (اور ہی) کچھ ہے

موت سے ڈرنے والے مسلمانوں کو بتانے کے لئے

کہ موت ایک اٹل شے ہے۔ دنیا فانی ہے بقا صرف ذات

خداوند عالم کے لئے ہے مرنے سے ڈرنا ننگ آدمیت

ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

مسلم اجل سے دور نہیں ذکر کر بلا

رہتا نہیں برات میں دو لھا لھن سے دو

یہ ہے اسلام اور اسلامیات جو کہ باہوش مسلمان

اور مدبرین قوم دنیا سے اسلام کے سامنے پیش کرتے

رہے ہیں۔ یہ ہماری قیمتی دعا کہ ان تصانیع سے  
سفینہ نہ ہوں۔ اور نظر انداز نہ کریں۔

مناظر، موعظہ، ذاکری اور علمی، اخلاقی، تاریخی مضامین کے حوالے

# محرمین ماہ اور غم

صدر الملتہ جناب مولانا السید محمد تقی صاحب قیادہ اظہار محبت العصر سرپرست دائرۃ الاشاعت کے زیریں افاد است

کشف الاشباہ اس کے ایک زبردست عالم موسیٰ مبارک اللہ نے لغت، تہذیب، تفسیر، متعہ وغیرہ کے متعلق علماء مجتہدین نجف سے ۲۰ سوالات کئے تھے

آریۃ اللہ آقا خان بلخسین رتی نجفی دام ظلہ نے انکے بے پناہ محققانہ جوابات کو قرۃ العین علیہ الملتہ دام ظلہ نے پرنشیل تہذیب و تحقیقی حواشی سے آراستہ فرمایا مناظر

و پیش ہر اسلوات کا وریا مناظرہ کے لئے کاری حریہ ذاکرین کے لئے مفید ذخیرہ قیمت

الا اعتبار نہیب حق کے متعلق غیر مذہب کی رائیں ذاکرین کے لئے بیحد مفید قیمت

زینتہ المجلدیں جس میں مکتبہ اکامادویات و احادیث کے ماتحت مذاق جدید کے موافق نکات و لطائف استدلال و معالجات پر مشتمل

۳۸ مجلسیں ہیں زن و مرد و طفل و سن سب کے لئے برابر کار آمد

جو اس پر کیا کتبہ اللہ و محققانہ و تحقیقی مضامین کا ذخیرہ جن میں مناظرہ و ذاکری و دیاموجن میں حلال و حرامیہ ۱۰۱ حصہ دوم ۳۰ (تین آنہ) حصہ سوم ۱۰ (تین آنہ) حصہ

نعتیہ الشہداء شہداء کربلا کی جان نثار یوں سے اخلاقی سبق۔ ذاکرین و واعظین کے لئے

اشاعت الکجاب (دوسرا ایڈیشن) وجوب پردہ نسوان کے متعلق عقلی و نقلی دلائل کا کامیاب فیصلہ کن لا جواب مجموعہ ۶

عناصیر الایمان حضرت سلمان فارسی۔ ابو ذر مقداد۔ اور عمار رضوان اللہ علیہم کی روح پرور و سبق آموز سوا تخمیریاں ۳

تحقیق البیان تعلیم نسوان کے متعلق فیصلہ کن تحقیقی رسالہ ۳۰ تشریح الکلیا لمر دوسرا ایڈیشن

عین حقیقت (دوسرا ایڈیشن) اس اعتراض کا دندان شکن جواب کہ سید الشہداء (جنگجو) اور جاہ طلب کئے قیمت ۱

تحقیق دعاء مسئلہ دعا کے متعلق تحقیقی رسالہ اعترافات دستیاب کے مسکت جوابات ۵

پتلے مدیر دائرۃ الاشاعت نوگاہ صلیع مراد آباد (یو۔ پی۔)

اللہ کے نظر انتخاب رسول! عجیب نظر فرمائی۔ روایات فرمایا اسٹی کہاں ہیں۔ عرض کیا وہ تو ہمارے نہیں ہیں۔ فرمایا۔ بلاؤ۔ عرض کیا وہ علیل ہیں عسلی چشم زدین میں مدینہ سے مسافت طے کرنے پہنچے گویا زمین کی طنائیں کھینچ گئیں۔ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آنحضرتؐ کے لعاب دہن سے شفایابی اور فرمائی "یا ایہا السردو گرم زانہ سے اس کی قنایت فرمائی" (یہی وجہ تھی کہ جنابؐ کی مرقیہ گریہوں میں گرم اور سردیوں میں ٹھنڈے کپڑے پہنا کرتے تھے اور پاپ پروں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا)۔ اور ظلم عنایت و فکر حکم دیکھو وصال کو کسی طرف بھی توجہ نہ نہد جب تک کہ خدا فتح نہ دے۔ جنابؐ کی مرقیہ تونہ اور کچھ دور پہل کرے اور دریافت فرمائی کہ یا رسول اللہ کب تک ان لوگوں سے لڑے جاؤں۔ فرمایا جب تک کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں۔ علیؑ کھڑے اور خیر فتح ہوا۔ واقعہ مشہور ہے لیکن ترمذی میں ایک حدیث ماتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح خیبر سے تین سالوں کی حالت کس قدر نازک تھی۔ جنابؐ مائتہ سے مروی ہے کہ ہم کو خیبر سے کابل پیٹ کھجوریں کھانے کو نہیں ملیں۔ اور اسی مصنفین کی ایک حدیث عبد اللہ بن عمرؓ (صحابہؓ) رسولؐ سے بھی مروی ہے (غور فرمائیے کہ ان دو بزرگوں کی مدینہ جیسی جگہ کے رہنے والے جہاں پر کھجوروں کی کشت نہ تھی۔ سے پہلے پیٹ کھجوریں نہ پا سکیں۔ اور ترمذی ہی کی دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنابؐ رسول اللہؐ سے کہ سترہ دن کھجوریں خیبر کی طرف

# علیہ السلام

(از مزاج اہمیت حکیم سید مظہر علی صاحب نظر بلگرامی کشن گنج پورہ نیہ)

اے عہدِ احسن اے فاطمہ کے نور عین

ایک تیری ذات سے تھی زینتِ فوجِ حسینؑ

مطمئن تھا تیرے دم سے قلبِ شاہِ مشرقین

آہ کس عالم میں تیرے بعد تھا تیرا حسینؑ

لاشِ اکبر کی اکیلے لارہے ہیں دیکھنا

خیمہ عصمت کی جانب جارہے ہیں دیکھنا

تیری ہستی سے نمایاں آج بھی زورِ شباب

نور چھپتا ہے چھپائے سے کہیں زیرِ حجاب

آج تک کوئین میں کوئی نہیں تیرا جواب

سبطِ احمد کی پڑی جب ہی نگاہِ انتخاب

ایک تو تنہا تھا زورِ ہانڈوئے سبطِ رسول

مرحبا، صد مرحبا، اے قرۃ العینِ قبولؑ

ورنہ دایرِ احمد مختار کیا کہنا ترا

نور عینِ حیدرِ کرار کیا کہنا ترا

اے مثیلِ جعفرؑ طیار کیا کہنا ترا

اے حسینی فوج کے سالار کیا کہنا ترا

تیرے پرچم سے نمایاں آج تک تیرا الو

تجہ سے ہاں کچھ رہ گئی نام و وفا کی آبرو

فرزندِ رسولؐ نے ہم مورتِ حیدرؑ کو علمِ لشکر عطا فرمایا۔ سبحان اللہ کیسا انتخاب تھا علمِ پرچم کے لیے عباسؑ کا قبضہ ہے ہر عالم کو عباس کا علم کما جاتا ہے۔ خیبر میں تو علمِ اسلام پتھر پر نصب کیا گیا اور کریمہ میں جب علمدار فوجِ حسینیؑ کو اپنی معیت میں سکینہ کے سٹے پانی لالے کی اواز مل گئی، سو کھا ہی مشک پرہ لیکر یہ شیرِ بیضا شجاعت رجز پڑھتا ہوا میدانِ کارزار میں آیا۔ لشکرِ شام سے حجتِ تمام کی اعدائے دین سدا رہ ہوئے، گھمان کارن پڑا۔ لاشوں پر لاشوں کا ڈھیر ہو گیا۔ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ سیاہ یزید دور تک فرار کر گئی۔ گھاٹ کا راستہ صاف ہو گیا، شیرِ قرآن میں ہو گیا، گھوڑے کو فرات میں ڈال دیا۔ فرمایا تو پیاسا ہے، پانی پی لے، عباسؑ سے وفادار کا گھوڑا، پانی سے منہ اٹھا لیا۔ زبانِ حال سے کہنے لگا کہ فرزندِ رسولؐ کا مرکب پیاسا رہے اور میں پانی پیوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ عباسؑ نے مشک کو کاٹ دیا۔ پر رکھا۔ نیچے کا رخ کیا۔

لبن سعد نے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر یہ شک آبِ خیمہ حسینؑ تک پہنچ گئی تو سمجھ لو کہ حسینؑ سے لڑنے کی قوت باقی نہ رہی۔ تمام فوج سمٹ آئی، دینے سے علم ہو گئے قبولِ کا منہ برسنے لگا۔ تمام جسم سقائے اہلیت کا تیروں سے چھید گیا، مگر اللہ کی جرات، نیچے کی طرف بڑھتا جاتے ہیں۔ حملہ کر رہے ہیں کہ ناگاہ محکم ابن طفیل کی تلوار کا ایک وار ہوا کہ وہاں شاہِ ظلم ہو گیا، قبضہٴ شمشیر بائیں ہاتھ میں لیا۔ شک بائیں کا نہ رہے پر لے کر انکاں زید ابن ورقان تلوار کا وار دوسرے شاہِ نہر پر چل گیا، علمدار فوجِ حسینیؑ نے سترہ مشک دانٹوں میں یلگھوڑا بڑھایا اور فرماتے تھے اے سب باوقی جلدی کرو اور اے اہل اتنا لشکر یہ پانی حسینؑ کے چھوٹے چھوٹے بچوں تک پہنچ جائے، مگر ناگاہ ایک تیرہ مشک پر لگا۔ سب پانی بہ گیا ساری محنت سقائے سکینہ کی رائگاں ہو گئی ایک گرز سر مبارک پر پڑا۔ مشک دانٹوں سے چھوٹ گئی۔ پتھر پتھر اکڑ زمین پر گر پڑے آواز دی یا ابا عبد اللہ! منیٰ السلام اے مولانا ظلم کا آخری سلام قبول فرمائیے، امام مظلوم نے اپنے قوتِ بانو کی وار سنی۔ بیتاب ہو کر فرمایا اے عباسؑ! اے میرے سرورِ قلب! اب حسینؑ کی کڑوٹ گئی، براہِ چارہ منقطع ہو گئی، حضراتِ خدا کسی کھائی کو کھائی کا یہ حال نہ دکھائے جو حسینؑ نے دیکھا، دیکھا کہ ۳۶ برس کا کٹر جوان کھائی اپنے خون میں لوٹ رہا ہے، دیر تک حضرت روتے رہے خوشبوئے امام شامِ عباسؑ میں پہنچی، ہوش آیا، فرمایا آقا میری آنکھ سے خون پاک فرما دیجئے کہ ایک بار یہ غلام روئے اقدس کی زیارت اور کر لے امام مظلوم نے خونِ حیات کیا عباسؑ نے آنکھیں کھول دیں، امام نے فرمایا کھائی عباسؑ کوئی وصیت ہو تو بیان کرو ورنہ کی مولایری لاش کو خیمے میں نہ لے جائے کہ حضرت نے فرمایا سب کی لاٹیں تو حسینؑ نے گہما گہما ریشہ لاش کو نہ لے جائے فرمایا آقا کچھ کو خفی سکینہ سے شرم آتی ہے کہ میں اس سے پانی کا وعدہ کر کے آیا تھا اللہ اسے پورا نہ کر سکا یہ کہنا تھا کہ روحِ جانبِ ذودوس پر واز کر گئی، حضرت دیر تک کھائی کی لاش پر روتے رہے پھر بول و غمناک علم اور چھدی ہوئی مشک لیکر واپس ہوئے سکینہ سب بچوں کے ساتھ سو گئے ہوئے کوزے میں، ہاتھ میں لے کر خنجر تھیں اور سب کو دلاسا دے رہی تھیں کہ اب چچا عباسؑ پانی دے دیے ہونگے، پہلے سب کو میرا بکری کا دھڑ پھر خود پیوں گی، دیکھا کہ امام غریب خون آلود علم لے آ رہے ہیں، پوچھا، بابا جان میرے چچا عباسؑ کہاں ہیں؟ مجھ سے پانی کا وعدہ کر کے گئے تھے ابھی تک نہیں آئے، حضرت یہ سیکر دھنکے، فرمایا بیٹی! اب کسی منظر ہو جیسا چچا تو شہید ہو گئے، یہ سیکر مصعبؑ نے و اعماہ و انبساہ و انظروا ہ و شہداء مانوہ بند کیا، اہلِ محرم رخصت گئے، فرما دیا غریبے یارِ حسینؑ دوزخ لہے دیم دم دوزاری حسینؑ



میں نے اب تک جو کچھ لکھا وہ صرف تنہید تھا۔ مجھ کو تو یہ مقصود ہے کہ دنیا میں جنگ ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے اور ہر جنگ میں علمدار فوج ضرور انتخاب کیا گیا ہے۔ شہنشاہان عالم نے اپنی نفس پرستی کے واسطے جب کبھی انسانوں کے فوٹکے ہوئیاں کھلی ہیں یا مصلحین اقوام نے اصلاح قوم کے لئے تلوار اٹھائی ہے تو علمدار فوج ضرور معین اور منتخب کیا گیا ہے۔

میں علمداری کی اہمیت آج پیش کرنا چاہتا ہوں اور علمدار سات سے لے کر عہد سینی تک جتنی بھی لڑائیاں ہوئی ہیں ان کے علمدار اور ان کے وجوہ انتخاب پیش کر دوں گا اور یہ بتاؤں گا کہ علمدار کی خصوصیات کیا ہیں۔ اور بدجہانم وہ تمام خصوصیات کس علمدار فوج میں پائی گئی ہیں۔

علمدار فوج کی شخصیت عمومی شخصیت نہیں ہو سکتی ہے۔ علمدار کا انتخاب لشکر کی تحیابی کا باعث ہوتا ہے۔ گویا علمدار فوج کی شخصیت تمام افراد قوم پر حاوی ہوتی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ کشتی فوج کا لشکر صرف علمدار فوج ہی ہو کر رہتا ہے۔ آج اگرچہ جنگ دست بدست نہیں ہوتی ہے اور صرف ہوائی جنگ کا رواج ہو گیا ہے لیکن پھر بھی ہر دستہ کا سپہ سالار ہر فرد سے کامل تر معین کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سپاہ سالار کی تھوڑی سی غلطی صرف اس دستہ فوج ہی کی تباہی کا سبب نہیں ہوتی بلکہ کل فوج کا بددلی اور شکست کا سبب بن جایا کرتی ہے۔

عرب ولے دست بدست جنگ کے ہمیشہ سے شائق تھے اور لڑنے بھڑنے میں ہی ان کو مزا آتا تھا۔ تمام اقوام عرب جنگجو تھیں ان کا بچہ بچہ اور ہر ایک نوجوان اور بوڑھا سپاہیانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ ہمد سلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی وہ مشغلہ صرف شجاعت اور دلیرانہ حرکات ہی تھیں وہ اپنے دشمن سے اس وقت تک لڑنے کے عادی تھے جب تک کہ وہ اپنی زندگی اور اقتدار کلی کا اعتراف دشمن سے نہ کر لیتے تھے۔ فوج جنگ سے ان کا تہہ بچہ واقف تھا اور ان کے نزدیک بہترین جوہر شرافت صرف نون سپاہ گری تھے اور بس۔ یہ جری اور شجاع جب لڑتے تھے تو اپنے میں سے بہترین افراد کو علمدار لشکر معین کر کے لڑتے تھے جب ہی اعز اب پیغمبر اسلام کے مقابلہ کے لئے مکہ سے چلے کر مدینہ پر چڑھ آئے تو رسول نے مقام ہبار پہنچے کہ ان کا مقابلہ کرنا چاہا اور انصار میں سے تین نوجوان ان کے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں بھیج دیئے۔ جب کفار مکہ نے ان نوجوانوں کو دیکھا تو رسول سے کہلایا کہ ہم اپنے کفار اور دشمن کے مقابل میں جنگ کر رہے ہیں۔ ان نوجوانوں سے اس لئے لڑنا ہم کو پسند نہیں ہے کہ یہ ہمارے ہم پلہ نہیں ہیں۔ کفار مکہ کے اس قول سے بھی یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ہمارے درجن عرب اپنے سے کم درجہ کے ماتحت ہونا تو درد گناہ بلکہ ان کے مقابل میں آکر ان کو قتل کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے۔ گویا زمانہ جاہلیت (قبل اسلام) میں بھی علمداری فوج کے لئے خصوصیات معین تھے ہر حال کفار مکہ کے کہنے پر رسول نے جنگ بدر میں حضرت علی علیہ السلام اور حضرت حمزہ ابی المطلب اور عبیدہ ابن حارث ابن عبد المطلب کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور کفار نے اپنے ہمد ترین اشخاص کو منتخب کیا۔ جن میں ابیدہ ابن عقبہ کو علی کے مقابلہ کے لئے اور

عقبہ ابن ابیجہ کو حضرت حمزہ کے مقابلہ کے واسطے اور شیبہ بن ربیعہ کو عبیدہ کے مقابلہ کے لئے میدان میں بھیجا گیا۔ بظاہر یہ تینہ اشخاص ایک دوسرے کے مقابل ہوئے لیکن ہر دو لشکروں کی شکست و فتح یا بی بس نہیں اشخاص پر منحصر تھی چنانچہ حضرت علی نے اپنے مقابل اور ربیعہ کے مقابل ہر دو کا خاتمہ کر دیا اور حضرت حمزہ نے اپنے مقابل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان تین اشخاص کے مرنے نے ایک ہزار کفار کے قدم اکھاڑ دیئے اور پھر علی نے حملہ کر دیا اور کفار کے چیدہ چیدہ ہماروں کو جن کی تعداد تقریباً پندرہ تھی قتل کر دیا۔ ان ہماروں کا قتل ہونا تھا کہ باقی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ اسی طرح غزوہ احد میں علی علمدار فوج تھے اور مقابلہ میں

مکرمہ ابن ابی جہل۔ عمر ابن عامر اور ابو سفیان تھے۔ علی کے سامنے آئیوں پہ پشلی صوب میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ ان پر اہل مکہ کو کافی اعتماد تھا کہ ان کی موجودگی میں ہم شکست نہیں پاسکتے مگر علی نے ان کو قتل کر کے میدان کو سر کر لیا اور باقی فوج تاب مقاومت نہ لاسکی۔ اس جنگ میں علی نے کفار کے لوہے روئے قتل کیا۔ اور ان نو علمداروں کا قتل ہونا ہی کفار کی شکست کا باعث ہوا۔ بہر حال مجھ کو یہ ثابت کرنا ہے کہ علمداری کا عہدہ ابتداءً آخرتیش سے آج تک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ آئندہ طور میں مجھ کو یہ بتانا ہے کہ علمدار کو کن کن خصوصیات کا مالک ہونا چاہیئے اور وہ خصوصیات کس حد تک سیرہ طرح حضرت عباس ابن علی علیہ السلام میں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ یہ بتانا بھی مطلوب ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی تھوڑی سی فوج کی علمداری کتنی اہمیت رکھتی ہے اور میدان کربلا کا علمدار خدا و رسول کی نگاہ میں کتنا معزز و محبوب ہے۔ اور علمدار حسین کو دیگر علمداروں کے مقابلے میں کیا کیا فضیلتیں حاصل ہیں۔

علمدار فوج کے لئے جن خصوصیات کی ضرورت ہے ان میں سے خاص مندرجہ ذیل ہیں۔  
(۱) شجاعت قرین افراد لشکر ہو (۲) دہمہ و شکیں و پرور ہو (۳) باعتبار فائز ان تمام افراد لشکر سے اعلیٰ تر ہو (۴) فنون جنگ سے ہر ایک فرد کے مقابلہ میں زیادہ واقف اور ماہر ہو (۵) سپہ سالاری کا فنی خیر خواہ اور فاعل ہو۔  
(۶) اس کی شجاعت، شرافت اور سپاہ گری کا فاعل ہونے کا فاعل صرف اسی کا شکر نہ ہو بلکہ دشمن کے لشکر کے ہر فرد کے دل پر اس کی برتری اور شجاعت کا سکھ بیٹھا ہوا ہو۔

یہ خصوصیات جن کا ذکر مפור بالا میں کیا گیا کسی ایک شخص میں جمع ہو جانا آسان امر نہیں ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے تمام انبیاء سابق کے وارث تھے۔ یہ آخری نبوت تمام نبوتوں کا عطر تھی۔ اس آخری نبوت کو تمام نبوتوں پر فضیلت اور پس آخری نبی کو تمام انبیاء سلف پر فضیلت حاصل تھی۔ چونکہ خاتم النبیین کو نبیات تک کے لئے اسوۂ حسنہ قائم کرنا تھا لہذا آنحضرت نے اپنے اقوال اور افعال سے دنیا دانوں پر بخوبی فاعل ہر کردیا کہ ان کے کارہائے نبوت میں تائید کرنے والا اور لشکر اسلام کا قائم کیا ہونا چاہیئے۔ آنحضرت کا ہر غزوہ میں علی کے علمدار فوج منتخب کرنا پسند امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ خصوصیات علمداری جو علی کے دوسرے میں موجود تھیں۔



چنانچہ جب آنحضرت نے فتح مکہ کا ارادہ کیا ہے اور تقریباً دس ہزار مسلمانوں کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے ہیں تو ان مہاجرین و انصار کا جو شمع نبوت کے پروانہ اور سلام کے حقیقی دہلی جان شارفعے ان پر علمدار حضرت علی کو منتخب فرمایا۔ آنحضرت کا یہ فعل بتا رہا ہے کہ ان دین نزل مسلمانوں میں سے ایک بھی علیؑ کے مانند خصوصاً علمداری نہیں رکھتا تھا در نہ رسول اگر علیؑ سے بہتر کسی کو خصوصیات علمداری کا مالک پاتے تو ضرور اسی کو اس لشکر جہاد کا علمدار بناتے۔ رسول کی فائستہ جنگیں نبوت کی فائستہ جنگیں تھیں اور ان تمام جنگوں کی فتیانی کا سربراہی علیؑ ہی سر رہا۔ بیشک رسالت مصلیٰ نے ابلاغ احکام الہی میں وہ کردکھایا جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء سے نہ ہو سکا تھا۔ بیشک آپ کی شہی نے تمام عالم کو کلمہ توحید سے وقت کر دیا۔ اور ذات خدا کو نوا لیا لیکن اس امر سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ جس طرح رسول کی رسالت یا نبوت آخری نبوت تھی اور اس نبوت کی حمایت عالم کے بہترین شہاع کے ذریعہ (علیؑ) ہوئی اسی طرح امام حسین علیہ السلام کی شہادت تمام انبیاء رسل (جو شہید ہوئے) کی شہادت کا عطر تھی اور اس آخری قربانی یا شہادت پر ہی اس آخری دین میں (اسلام) کی بقا کا انحصار تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خداوند عالم نے انبیاء سے اس شہادت کا تذکرہ کیا اور جس طرح خاتم النبیین کی نبوت کا اقرار انبیاء نے کیا اسی طرح اس آخری قربانی یا شہادت پر ہر ایک نبی نے آئندہ ہائے مسلمانوں کے تمام فرقے قائل ہیں کہ حسینؑ کی شہادت اسلام کی بقا کا سبب قرار پائی ہے۔ جناب معین الدین چشتی اجیری نے کیا خوب ایک رباعی میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے۔

شاہ ہست حسینؑ ابو شاہ رست حسینؑ  
دین است حسینؑ دنیا پناہ رست حسینؑ  
سردار دما دوست در دست یزد  
حقا کہ نبائے لا الہ ہست حسینؑ

حضرت معین الدین چشتی نے درست کہا ہے کہ دین اسلام کی بقا صرف شہادت حسینؑ پر منحصر تھی۔ یحیال معین الدین چشتیؒ کا اپنا خیال نہیں ہے بلکہ خداوند عالم نے ابتداءے آفرینش سے اس آخری نبوت کے

واسطے اسی شہادت یا قربانی کو محفوظ کر لیا تھا یہی وجہ تھی کہ جب خدا کا سچا دوست۔ خدا کے نام پر یا گ میں گرنا اور جل جانا قبول کرنے والا دوست (حضرت ابراہیمؑ) اپنے اکلوتے بیٹے کو راہ خدا میں قربان کرنے لگا تو قدرت نے یہ لکھ رکھا کہ سیدنا ذبیحہ عظیم، اسے ابراہیمؑ ہم نے ذبیحہ عظیم کو اس کا بدلہ قرار دیا ہے۔ قدرت کا مطلب یہی تھا کہ ہم نے آخری نبوت کے لئے بہترین اور آخری قربانی روز ازل سے معین و منتخب کر دی ہے اس قربانی کا بدلہ یا مثل دوسری قربانی نہیں ہو سکتی ہے۔

اس موقع پر غور طلب یہ امر ہے کہ جس شہادت یا قربانی کو خدا اس طرح دوست رکھتا ہو کہ ابراہیمؑ جیسے برگزیدہ نبی کی قربانی کو مسترد کر دے اور صرف اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے محبوب کی محبوب قربانی (حسینؑ) سے ابراہیمؑ کی اس قربانی کو منافست پیدا ہو جائے۔ اور دنیا مقام فضیلت میں ان دونوں قربانیوں کا مقابلہ کرنے لگے۔ چونکہ قدرت نے آخری نبوت کے لئے محمد مصطفیٰ صلعم کو اور آخری شہادت کے لئے امام حسین علیہ السلام کو منتخب فرمایا تھا۔ لہذا اس نے کارہائے نبوت میں حمایت کرنے والا علیؑ جیسا بھائی رسولؐ کو عطا فرمایا اور اسی طرح اس عظیم ترین قربانی یا شہادت کی اعادہ کرنے والا حسینؑ کو عطا کیا۔

سبا بھائی رحمت فرمایا۔

حسینی سپاہ کے مجاہدین اپنا مثل و نظیر نہیں کہتے اور شہداء کے کریم اسلام کے سر ایک شہید سے مرتبہ میں بالاتر ہیں لیکن ان تمام شہداء و کریموں میں اگر ان تیار حاصل ہے تو وہ صرف حسینؑ کے بھائی حضرت ابوالفضل العباسؑ کو حاصل ہے۔ اس موقع پر مزید کہنا بیجا نہ ہوگا کہ جس طرح محمد مصطفیٰؐ نبوت میں کیتا ہیں اور علیؑ مرتضیٰؑ دامت و شجاعت و حمایت رسولؐ میں منفرد اور امام حسین علیہ السلام اقلیم شہادت کے تاجدار ہیں اسی طرح حضرت عباسؑ حمایت شہادت اور وفاداری میں بیگانہ روزگار ہیں۔

مضمون کو اس منزل تک پہنچانے کے بعد میرا دل چاہتا ہے کہ خصوصیات علمداری کی روشنی میں حضرت ابوالفضل العباسؑ کو دکھوں۔

(۱) شرافت خانہ فی علمداری کا بڑا جزو ہے۔ اسوج سے کہ لشکر میں صد ہا ہزار با اشخاص ایک سے ایک نجیب

و خرفین موجود ہوتے ہیں۔ ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ پر تفوق خانہ فی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر علمدار فوج میں خانہ فی کسی شتم کا عیب ہوتا ہے تو تمام افراد لشکر بہ یک دلی اسکی سرداری کو پسند نہیں کرتے لہذا فوج پوری قوت سے کیدل ہو کر مقابلہ نہیں کرتی ہے۔ کیونکہ فطری طریقہ پر ان کو اپنے علمدار سے بوجہ اپنے تفوق خانہ فی کے تنفر ہوتا ہے۔ یہی تنفر حیات اور علمدار کی نیکنامی کے خلاف کارفرماہ کر شکست کا سبب بن جاتا ہے۔ حضرت عباس علیہ السلام کی خانہ فی شرافت کا یہ رشتہ عالم کو اقرار ہے۔ شرافت خانہ فی کے لحاظ سے اگر علمدار حسینؑ کوئی شخص بن سکتا تھا تو وہ ذات حضرت عباس علیہ السلام کی تھی۔ آپ کے پیدرگرا محمد مصطفیٰؐ کے بھائی۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام تھے مادر گرائی حضرت ام البنینؑ وہ منظمہ تھیں کہ جب حضرت فاطمہؑ بنت رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے نکاح کرنا چاہا۔ تو اپنے بھائی حضرت عقیلؑ سے فرمایا کہ بھائی عرب میں کوئی ایسی عورت میرے عقد کے لئے تیار ہو کر دو کہ جو سب و نسب میں بہترین حسب و نسب رکھتی اور اس کا خانہ فی شجاع ترین اعراب ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے لہجے سے میرے ایک ایسا لڑکا پیدا ہو جو شجاعت میں میرا قائم مقام ہو سکے۔ حضرت عقیلؑ نے ام البنینؑ کے خاندان کا تذکرہ کیا اور تولد فرمائی۔ حضرت علیہ السلام نے نایب کی اور عقد فرمایا۔

(۲) دوسری خصوصیت جو علمدار کے لئے ضروری ہے اس کا وجہ و تشکیل و پر رعب ہونا ہے۔ اس خصوصیت کے حضرت عباسؑ اس درجہ پر مالک تھے کہ آپ کو قرنی ہائم کہا جاتا تھا۔ نبی ہائیم یوں تو تمام عرب کے مقابلہ میں زیادہ حسین سمجھے جاتے تھے اور اسی کے ساتھ پڑرعب بھی۔ مگر نبی ہائیم حسینؑ و شکیل ہوتے ہوئے بھی حضرت عباسؑ کو قرنی ہائیم کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کے علاوہ موزین کو اقرار ہے کہ آپ قہار ایسے تھے کہ ہمیشہ دور کا بگھوڑے پر سواری فرماتے تھے اور پچھلی آپ کے قدم ہائے مبارک زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ آپ کی سواری کے لئے عرب میں بھی گھوڑا ملا لیں کرنے سے دستیاب ہوتا تھا۔ کیونکہ ہر ایک گھوڑا آپ کے جسم کے لنگر کو نہیں بٹھا سکتا تھا۔ رعب و جلال کا یہ حال تھا کہ اگر نظر قرآن سے کسی کو دیکھ لیتے تھے تو دشمن چاہے کتنا ہی طاقت ور و مغرور ہو

کانپ جانا تھا۔

۳۱ شجاع ترین افراد لشکر ہونا بھی علمداری کی ایک شرط ہے۔ یہ امر بھی مؤرخین کے نزدیک مسلم ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام ایسے شجاع تھے کہ اپنا لشکر تو رو کر کنار دشمن کا لشکر چرا لے آپ کی شخصیت اور شجاعت کا معرفت تھا۔ چونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے بیان کو طول ہو جائے اور نہ کچھ واقعات بھی تحریر کرتا جو آپ کی شجاعت کا اظہار اچھی طرح کر دیتے ایک مشہور واقعہ یاد دلانا ہوں۔

مسلمانوں کا بچہ بچہ واقع ہے کہ حسینؑ کے اس جاں نثار نے حسینؑ کے بچوں اور محدثات عصمت و طہارت کی خبر گیری اجتہاد سفر سے اپنے ذمہ لی تھی۔ گرم موسم تھا عرب کا سفر تھا جہاں منزلوں پانی نہیں ملتا۔

امام حسین علیہم السلام کی راحت کا خیال اس جاں نثار کو ہمہ وقت تھا جب ایک منزل پر حرا بن ریاحی سے ملاقات ہوا، سوقت تک تو حضرت عباسؑ بچوں اور عورتوں کے خیال سے پانی کا اندازہ مفہول کے ہوئے تھے۔

لیکن حرا کا پانچھو کا دستہ حین کے سامنے آیا اور ان کے گھوڑوں کی زبانیں منہ سے باہر نکلی ہوئی تھیں امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباسؑ کو حکم دید کہ ان سب کو پانی پلایا جائے۔ کل لشکر نے پانی پیا۔ گھوڑوں نے پانی پیا۔ بیشک اس محبت

وفاداری (حضرت عباسؑ) نے تعلیم ارشاد میں پانی پلایا۔ مگر اب پانی کم ہو گیا۔ بلکہ قریب قریب ختم ہو گیا۔ کیا عباسؑ جیسا وفادار حسینؑ کے بچوں اور عورتوں کی موجودگی میں یہ گوارہ کر سکتا تھا کہ عباسؑ پانی پی لے

اور جس وقت خیموں سے بچوں کی آواز پانی۔ پانی آئے تو عباسؑ پانی بچوں کو نہ دے سکے۔ قرینہ بتاتا ہے کہ حضرت عباسؑ نے خرگوش پانی پلا کر باقی پانی کو بچوں اور عورتوں کے لئے محفوظ کر لیا ہوگا۔ خود پیا سے رہے ہوں گے اور بچوں اور نیز سب کو سیراب کرتے رہے ہوں گے۔ یہ صعبو بات سفر۔ یہ تشنگی۔ یہ تمام قافلہ

کی قافلہ سالاری کی خدمات۔ وہ گرمی کا موسم کر بلا ہو بچنے سے پہلے معلوم ہو جانا کہ دشمن نے دعوت نہیں کی ہے بلکہ عداوت کا ارادہ ہے۔ تو بیشک حسینؑ کے دل پر تو صدمہ ہوا ہی ہوگا مگر عباسؑ کا دل کب گواہ کر سکتا تھا کہ حسینؑ کے چہرہ پر آثار طلال دیکھے

اس جاں نثار نے حسینؑ کے سکون کی خاطر اپنے نفس پر

ہر ایک قسم کی تکلیف برواشت کی ہوگی اور حسینؑ ہر اسکے اظہار کا موقع نہ دیا ہوگا۔ کہ حسینؑ کو خیال گزرے کہ پانی نہیں ہے۔ بچے پیا سے ہوں گے۔

سید ان کر بلا میں شطرات پر نیام کو نصب کرنا چاہا تو خیام ہٹا دیے گئے حضرت عباسؑ اس موقع پر بگڑ گئے تھے مگر حسینؑ نے خاموش کر دیا۔ اور فرمایا کہ بھائی! اجتہاد ہماری طرف سے ہو۔ گویا اسی وقت

سے جنگ کی خبر پہنچے ہو گئی۔ کیا عباسؑ اب نہیں جانتے تھے کہ پانی بند کرنے کے لئے جو تدبیر سے ہم کو ہٹایا گیا ہے لہذا قیاس کرتا ہے کہ حضرت عباسؑ نے اپنے کھانے اور پینے میں تقییل کر دی ہوگی سات محرم سے تو وہ وقت شروع ہو ہی گیا جس کا اندیشہ تھا

یعنی پانی پانی ختم ہو گیا اور بچے صبح ہی سے بھٹل لے کر کتے لگے سات تاسیخ سے پانی کا ختم ہو گیا۔ تاہنا

ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے بچے سات تاسیخ سے پیا سے رہے۔ اور حضرت عباسؑ کم از کم تین چار روز قبل سے اسوجہ سے پیا سے رہے ہوں گے کہ بچوں کے لئے پانی کچھ تو لگا رہے۔ یہ کئی روز کی پیاس اور

بھوک اسپر تمام اعزاد و انصار کا شہید ہو جانا۔ انکی لاشوں کا بھگا کے سامنے بڑا ہوا ہونا۔ اسپر اجازت جنگ کا نہ ملنا اور ضبط سے کام لینا۔ اسپر عرت پانی لانے کی اجازت کا ملنا۔ اسپر اس شیر خدا کے شرکا

سات ہزار کے لشکر پر اکو کنا رہے فرات سے مار بھگنا اور گھوڑے کو فرات میں ڈال کر مشک سکینہ ترک کر کے بھرنے لیا۔ باوجود قدرت و ریاست جلتو بھکر پانی کو

بھٹکنا یا اسکے بعد فوج سے مقابلہ کرنا اور ایک ہاتھ کے کٹ جانے پر بھی علم و مشک کا سنبھالنا و دونوں ہاتھوں کے قطع ہو جانے پر بھی علم و مشک کی حفاظت کرنا یہ وہ کام ہیں کہ تاسیخ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کر سکتی ہے۔

حضرت عباسؑ جیسا جری اور بہادر زندہ رہے اور اسکے نظروں کے سامنے سارا کتبہ بچے اور بوزے ایک ایک کر کے قتل کر دیے جائیں۔ بیشک حسینؑ تو قوت امامت سے بھی کام لے کر ضبط فرماتے ہوں گے مگر عباسؑ کو ہزار مرتبہ مر جانا اس تکلیف سے زیادہ آسان تھا جو وجود قدرت انتقام و کمال جو ہر

شجاعت و طاقت ایسے موقع پر صبر کرنے میں ہوئی ہوگی لیکن وفاداری کا اکتفا ایسی تھا حسینؑ اس شیر کے زور کو بھوکا پیا سا رکھ کر اور اعزہ و اقربا کے داغ دکھا کر کم کر رہے تھے۔ کیونکہ جانتے تھے کہ اگر

اس شیر کو میں نے اس طرح کمزور نہ کر لیا تو نبی ہاتم بیکر شجاعت علی کا مجسمہ عباسؑ ہے۔ یہ اس بھوک اور پیاس میں بھی اس نڈی دل فوج کو بھگنا سکے گا۔

لیکن حسینؑ کو تو پیکر شہادت کو اس طرح سجا منظور تھا کہ قدرت دیکھ لے کہ باوجود قدرت اور عباسؑ جیسے شجاع کے ہوتے ہوئے بھی دشمن نے میدان شہادت کو ایسا سج دیا ہے کہ اس طرح انبیاء و صلح

سے اس سجا۔ بیشک قدرت نے حسینؑ اور عباسؑ کو اس آخری قربانی کے لئے منتخب کیا تھا کہ یوں قربانی مرتب شہادت کے اس طرح سجا میں کہ دوسرا

کوئی مرتب شہادت ان کی مثل نہ ہو سکے۔ بات یہ ہے کہ خدا نے اس شہادت کا ہر ایک نبی سے ذکر کیا خدا لہذا وہ چاہتا بھی یہ تھا کہ عباسؑ جیسا جری و بہادر و بکر حسینؑ کے صبر کو آزمائے عام اوصیاء و اولیاء انبیاء کو دکھا دے کہ میرے حسینؑ نے باوجود

انتہا ایسا امتحان دیا کہ تاقیامت ایسا امتحان اب کوئی نہ دے سکے گا۔

نئی دھلی ہندوستان اس کی کوششیں اور تیاریاں کی جا رہی ہیں کہ ۳۸ ہزار اٹالوی قیدیوں کو بیاں رکھا جائے قیدیوں کی کئی ٹولیاں ایک آچکی ہیں جن کی تعداد سات آٹھ ہزار تک ہوتی ہے ان کا تمام خرچ حکومت برطانیہ برداشت کرے گی اور بین الاقوامی قانون کے روح ایک کانڈر

پر ۸۵ پونڈ اور ایک سکند لفٹ پر ۱۱ پونڈ خرچ کرے گی۔

وارد صام ہر جنوری تین مخالف جنگ تقریر کی بنیاد پر مسٹر وینو باکھا دے کو آج چھ ماہ کی قید محض کا حکم سنایا گیا اور محبٹرٹ نے بی کلاس میں رکھے جانے کی سفارش کی آپ کو ناگپور سنٹرل جیل سمیٹ دیا گیا ہے

# خبریں

روم کے نیم سرکاری اخبار پاپوڈی اٹالیہ نے ایک نہایت سنسنی خیز انگشاہ ایک مقالہ میں کیا ہے جس کے دوران میں اس نے سنسنی خیز خبر دی کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جبہ اٹلی نے اعلان جنگ کیا تو وہ اس موقع پر آ رہی کہ اٹلی کے بالکل تیار ہونے اور اس وجہ سے کہ اس کو ایسا ہی میدان کھو مٹا پڑا اسی اخبار نے یہ سنسنی خیز انگشاہ کیا ہے کہ لیبا میں اٹالیہ طاقت زیادہ نہیں رہی ہے کہ آخر میں منہ چھوڑنے کی طرف سے لکھا ہے کہ اٹلی پوری طاقت کے ساتھ جنگ کا آخر دم تک مقابلہ کرے گا سقوط تو بروقی کے متعلق بھی اجازت کو ہی لکھا ہے کہ طانیہ جبکہ کل دہائے سے تیار تھا اس نے اٹلی کے خلاف اعلان جنگ کیا بلکہ وہ تیار نہ تھا لیکن اٹالیہ فوجیں ایک مشکل صورت حال کا مقابلہ کرنا جاتی ہیں پاپوڈی اٹالیہ کے اس بیان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اٹلی اپنی شکستوں کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے کیونکہ ابھی چند ہی روز پہلے کہ مسٹر چرمن نے اٹالیہ قوم سے ایک دور رسندہ اجلاس کی۔

صدیقہ آج صبح میں برطانوی افواج کی پیش قدمی کے متعلق اخبار میں سوچا گیا کہ اٹالیہ فوجیں سے آئی ہیں ان میں سے چند جہتیں کہ برطانوی لشکر چار اپ ۱۲۰ میل آگے جہت لے اندرون علاقوں میں محسوس گئی ہیں اور شہنشاہ ہیل سلاسی اپنی فوجوں کو جمع کر رہے ہیں قابلیوں نے شہنشاہ ہیل سلاسی کو خوش آمدید کہا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ انھوں نے رات کو شہنشاہ ہیل سلاسی کے دربار پر دو دو کا نقارہ بجا کر شہر کو روک دیا ہے۔ آج صبح کے ایک اخبار نے اٹالیہ فوجیوں کے متعلق ایک بیان شہر کے وسط کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اور اس کو اس قبائلیوں میں تقسیم کیا گیا۔ اٹالیہ برطانوی فوج کے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور بعض اطلاعات کے مطابق ایسے کی مزید ہالوری تک بھیجے جانے کا مسئلہ بھی زیر غور ہے۔ برطانوی فوجیں گیارہ سو اٹالیوں کو

گرفتار کر چکی ہیں اور ایک اٹالیہ ڈویژن کو ہرمنٹ اور اندام میں گھیر جا رہا ہے۔

آج جو خبریں لندن پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی اٹلی میں جو بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے تھے ان پر ابھی تک قابو نہیں پایا جاسکتا، تاہم اطلاعات یہ ہیں کہ ملین بغاوت کے شعلہ برابر فروزاں ہیں جرمن فوجیں قیام امن کے لئے سخت گیری پر اتر آئی ہیں چنانچہ آج بھی تقریباً مین اٹالیہ فوجوں کو گرفتار کیا گیا جن میں اٹالیہ افسر بھی شامل ہیں روم ریڈیو اس بغاوت کے متعلق تو سکوت اختیار کئے ہوئے ہے لیکن ملین اور یورن کے مقالات کے جواب میں اس نے جرمن ریڈیو کے ساتھ مل کر فلسطین میں بغاوت کے من گھڑت قصہ سناتا شروع کر دئے ہیں۔

مسٹر ونڈل وکلی کی لندن میں مصروفیات شروع ہو گئی ہیں چنانچہ آج مسٹر ایڈن سے ملاقات کی اور ویرنگ فور ووفون کرتے رہے اس کے بعد آپ نے لندن کا دورہ کیا اور تباہ شدہ علاقوں کو ویرنگ دیکھتے رہے آپ نے اخبار لالون سے کہا کہ اس وقت میرے دل پر برطانوی سپاہیوں اور ان کے دفاعی انتظامات کی جانبازی کا خاص اثر ہے آپ آج پھر مسٹر چرمن کے ساتھ لیج کھانے گئے ہیں جبکہ آپ مسٹر چرمن کو دو پیغام دیں گے۔ جو پرنس ڈانٹ روز ولٹ نے مسٹر وکلی کے ہاتھ بڑائیے گئے وزیر اعظم کو بھیجا ہے مسٹر وکلی کا خیال ہے کہ آج رات کو مسٹر چرمن کے ملنے کے بعد کوئی ام بیان دیں بعد کی خبر ہے کہ مسٹر وکلی نے ملٹاؤڈنگ اسٹریٹ میں ملاقات کی۔

آج جرمن ریڈیو نے برطانوی طیاروں کے مغربی جرمنی اور وسطی جرمنی کے مختلف علاقوں پر بڑی ہی شدید بباری کی جس سے زور سے پھٹنے والے بموں نے کارخانوں کو شدید نقصان پہونچایا اور اس پر بہت جلد قابو پایا گیا جرمن ریڈیو نے یہ بھی کہا کہ برطانوی طیاروں کا مقابلہ کیا گیا اور لڑوہ خیز فضا کی جنگ میں تین طیارے تباہ ہو گئے برطانوی دفتر فضا نے اعلان کیا ہے کہ موسم کی ناساعدت کے باوجود برطانوی طیاروں نے

دشمن کے علاقوں پر ایک عظیم الشان حملہ کیا اور ان کو زبردست نقصانات پہونچائے۔ یہ حملہ زیادہ تر جرمنی کے کارخانوں پر کیا گیا اور دشمن کے متعدد کارخانہ ہماری بیاری سے سلگ اٹھے۔ ابھی تفصیل کا انتظار ہے۔

آج پھر گزشتہ سات روز سے متواتر غاصبوں کے ہجر منوں کی ہمت نہیں ہوئی نہ وہ برطانیہ پر حملہ کر سکیں چنانچہ حملہ تو کوئی نہیں ہوا۔ لیکن دشمن کے طیاروں نے برطانیہ کے بعض علاقوں پر بارش کی اور جوں ہی طیارہ شکن توپوں نے گرجنا شروع کیا اور برطانیہ کے جنگی طیارے مقابلہ کو اڑے حملہ آور بغیر کسی بیاری کے فرار ہو گئے۔

ترکی آج ترکی کے ایک اخبار نے پھر ایک سنسنی خیز مقابلہ کیا ہے جس کے دوران میں اخبار نے جرمنی کو متنبہ کیا ہے کہ رومانیہ میں جرمن فوجوں کی کارگزاریاں بڑھتی جا رہی ہیں جس کو ترک ہرگز خاموشی سے برداشت نہیں کر سکتا اگر بلقان کی طرف جرمنی فوجوں نے یلغار کی تو ترکی فوج سرحد ہی پر مقابلہ کے لئے تیار رہے گی۔

لندن ۴ جنوری ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کا نامہ نگار واشنگٹن کتا ہے کہ اگر برطانوی حکومت ملک میں بغاوت کو جلد فروغ کر سکی تو جرمنی جلد ہی کوئی قدم اٹھائے گا۔ ہڈاپٹ سے آزاد فرانس کی نیوز ایجنسی کو معلوم ہوا ہے کہ جرمنی سے روانہ ساٹھ فوجی ٹرینیں ہنگری کے راستہ سے رومانیہ کی طرف جا رہی ہیں۔

ملتان کی ایک خبر ہے کہ گزشتہ سال کچھ ریلوے عامل رشوت ستانی کے الزام میں معطل کر دئے گئے تھے اور ان کے معاملہ کو مکمل کرنے تفتیش کے لئے سی آئی ڈی کے حوالہ کر دیا تھا جس وقت سے اب تک اپنے مفوضہ کام میں مشغول ہے معذور ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ تفتیش کا کام ایک مہینہ میں ختم ہو جائے گا ورنہ ہمیشہ سو رہوے حال جن میں چند افسران بھی شامل ہوں گے گرفتار کر لئے جائیں گے تحقیقاتی رپورٹ کا انتظار ہے یہاں پانچ سی آئی

دی انگریز شہر خیر آباد سے لکھے ہیں۔

# امامیہ مشن لکھنؤ کا سینیٹر ہجرا

ذیل میں صرف ان رسائل کی مختصر فہرست درج کی جا رہی ہے جو ماہ محرم اور واقعات گریلا سے تعلق رکھتے ہیں امید ہے کہ امسال افراد قوم و مظلوران حسین انھیں خرید کر مجالس ملا میں شہرہ کی جگہ پر تقسیم فرمائیں گے اور اس طرح حسین کے خواندے پہنچے ہوئے اسلام کی آواز دنیا کے کانوں تک پہنچا کر تبلیغ ایسے واجب فریضہ کو پورا کریں گے۔ (رکھو حث) دیگر مطبوعات مشن دیکھ ایجنسی کے لئے مفصل فہرست طلب فرمائیے۔

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ
۱	قلان حسین کا مذہب	۱۰۰	لہر	۲۳	دعوت آت حسین انگریزی	۱۰	شر
۲	حسین اور اسلام اردو	۱۰۰	شر	۲۴	مظلوم گریلا اردو	۲	شر
۳	" " (ہندی)	۱۰۰	شر	۲۵	ثانی زہرا رباعیت	۸	شر
۴	" " (انگریزی)	۱۰۰	شر	۲۶	قلان حسین کی مختاری	۸	شر
۵	مجاہد گریلا	۱۰۰	شر	۲۷	ذکر کی کتاب حصہ اول و دوم	۶	شر
۶	گریلا کا اتم بیدان (ہندی)	۱۰۰	شر				
۷	دی مارٹین آت حسین (انگریزی)	۱۰۰	شر				
۸	معرکہ گریلا اردو	۱۰۰	شر				
۹	گریلا کا معاہدہ (ہندی)	۱۰۰	شر				
۱۰	دی ٹریکٹری آت گریلا (انگریزی)	۱۰۰	شر				
۱۱	حارہ گریلا	۱۰۰	شر				
۱۲	اثبات عزاداری	۱۰۰	شر				
۱۳	ذوالجناح	۱۰۰	شر				
۱۴	شہداء گریلا حصہ اول	۱۰۰	شر				
۱۵	" " حصہ دوم	۱۰۰	شر				
۱۶	" " حصہ سوم	۱۰۰	شر				
۱۷	گریلا کا مباحثہ ہندی	۱۰۰	شر				
۱۸	حسین ان دی بلین آت گریلا انگریزی	۱۰۰	شر				
۱۹	مشہد اعظم	۱۰۰	شر				
۲۰	حسین کا بیجا مقام انسانیت کے نام	۱۰۰	شر				
۲۱	دی لاسٹ فیٹ آت حسین	۱۰۰	شر				
۲۲	اسیری اہل حرم	۱۰۰	شر				

نوٹ ان میں سے بعض رسائل کی بہت کم ملیں باقی رہ گئی ہیں جلد طلب فرمائیے  
ورنہ دوسرے ایجنٹ کا انتظار کرنا ہوگا۔

ثانی زہرا  
سوانح حیات حضرت زینب  
۸ ابیغ الاول تک

دنیا میں جہاد نام حسین کے غیر ثبات کی نظر نامکمل و دراصل ہے اہل اسطرح یہ دعویٰ بھی کیا جاسکتا ہے کہ عورتوں میں حضرت زینب کے استقلال و ہیکل و شہادت انہیں پیش کی جاسکتی ہے کہ وہ دنیا کو کھینچ کر نکالے اندر شام ہو چکے ہیں مگر زینب نے کیا کیا اور تقفون کے لئے کیسے مذاکرات انجام دے گا کہ آپ کو دیکھا ہو کلغزاد بشری میں، سلاوی ترقی کا جو انتہائی قہر قرار دیا جاتا ہے زینب نے اسکو حاصل کیا اور کرکڑیا گیا آپ کو دیکھا ہے کہ دوم کے سوانح حیات و عمو اور مور تو انکو خصوصیت کیساتھ کیا گیا اسبق حاصل ہوتے ہیں تو اس زمین موت کو جانے حد کیجئے کہ محرم الحرام سے ۸ ربیع الاول تک ثانی زہرا کی قیمت نصف دینار کے برابر ہے عورتوں کی کتابیں یا ان میں ممکن ہے کہ انکو کرکڑیا جائے حضرت پلاس ایجنٹ کو نہ حاصل کر سکیں اس کتاب کے موافق جناب محمد وحید حسین نقاب آلا بادی میں طبابت و کتابت و منبر قدردان حضرت عبداللہ مفتی صاحب مدظلہ العالی نے ملنے کا پتہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

ملنے کا پتہ! آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ



ڈاکٹر مجید ان سنی  
ازا قرقر  
یہ دوائی  
استقام و برکت انزال  
کے لئے کی جاتی ہے۔

ذاکر حسن خان  
 دستگیر  
 ہ دولتی بھنڈو  
 میں کے لئے لڑے  
 فائدہ دے دے

حکیم جہانگیر علی  
 الہ  
 جو تیں پر کرسہ  
 دہاتی قیام لین  
 بکھ

۱۴  
الکرم و الخیرات ام  
المذی ای  
و یستبش باد روزگرا  
هدائی گمشده قوت  
رومی که نیز سرافراز  
کردی بے

مستطارتیہ  
برائے  
س "ان کے ہستال  
سے میرا درد نہ گھٹ گیا  
ہے ؟

در این کتاب محمد بن عبد الله از صفات  
از ابراهیم وضع ال کما د  
رشته و دیانت در حق تعالی

مشرق طبعی جلالت اور شرف طبعی تعدد : بشکود و مدح و تمجید ان ارباب عالم کو اگر کسی  
 مدحی کے اس سال سے سب ان کا نام نہ پوچھو تو کچھ ترس کر جیت جائیں گے۔  
 مردم محبت : کثرت میں کسی لایستہ کھمبہ لگانا بجا نہیں آتا اگر کوئی صاحبِ علم و ادب  
 سے اس کی بنا نہ دے گا تو اس کا شہوت : چادر و خرقہ خلدو : سب سے بہتر و  
 بہتر ہے : کھٹے دالہ نام صاحب سے علاوہ کسی دوسرے کو دیکھو : اگر کھجور کا  
 (دولہ) لیسے کرو : دالہ : موری کو لیاں : مری : دل : طاق : بہتر : یہاں :

**صاحبانِ اہلِ دانشتاری گرامر**

**حکیم ارم چندہ**

[illegible]

میں ہر چیز صحت دار تھا، گوہار، گلاب، زعفران، انار، لہسن و دہرہ، مکہ، مالاباری میں ہر صوملہ ہوا ہے۔ ان تمام ملک کے آئینہ و نظارہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے متعلق اندر اندر مدہ و جہد و قربانی بندہ سے آہرہ میں۔ مگر چونکہ یہ خطہ اہل نادہ ہے۔ لہذا قافریوں کو اہل کم  
فاغنائی کا عطر و تہنہ نہیں کہیں کہیں کیا گیا ہے۔ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بیانیہ طبیعت سے نہیں لاپ ہوئے۔ اس کی داد دینے پیر و وزیر و حکیم گئے۔ ہر قوم و مگر ہر فرد ایک  
موجودہ صحت و عبادت کی طرح جو صاحب دار تھا، گوہار، گلاب، زعفران، انار، لہسن و دہرہ، مکہ، مالاباری میں ہر صوملہ ہوا ہے۔ ان تمام ملک کے آئینہ و نظارہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے متعلق اندر اندر مدہ و جہد و قربانی بندہ سے آہرہ میں۔ مگر چونکہ یہ خطہ اہل نادہ ہے۔ لہذا قافریوں کو اہل کم  
چہ گئے۔ اس کے لئے گئے۔ یہاں پہنچ کر پہلے پہل سے لے کر آخر تک ہر قوم و مگر ہر فرد ایک  
چہ گئے۔ اس کے لئے گئے۔ یہاں پہنچ کر پہلے پہل سے لے کر آخر تک ہر قوم و مگر ہر فرد ایک  
چہ گئے۔ اس کے لئے گئے۔ یہاں پہنچ کر پہلے پہل سے لے کر آخر تک ہر قوم و مگر ہر فرد ایک

[illegible]

# نظارہ الفضل العباسی

سید امین حسن صاحب ایجنٹ اخبارات متصل جے بی

پشاور میں جناب مولانا سید عطاء صاحب قبلہ چڑوہ کو بان

ملتان میں سید احمد صاحب نیچر رائی پریس ملتان

جونیپور میں جناب سید آل حسن صاحب ایجنٹ اخبارات

دھلی میں جناب سید اشفاق حسین صاحب بیکس امر و ہوی

دہرہ دون میں سید ثامن حسین صاحب نقوی کرپور

# کونی

حضرت عہدہ العلماء جناب لانا آقا سید کلب حسین صاحب محلہ محلہ عمر کا فرمان

کونی میں نے جناب مرحوم حکیم عرش صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کی بہترین

استعمال کی اور مدد کے انتقال کے بعد بھی استعمال کا اتفاق ہوا۔ امرات

دستخط شریف حرہ سید کلب حسین قبلہ ۱۹۴۷ء

قبضہ پیش۔ اسمال۔ ورم جگہ طحال باڈ گولہ، تولی۔ بادی بواسیر

متلی بواسیر متلی۔ جس ریا۔ قراقرز پر مضمون۔ ہیمنہ ملکہ سہد کے

لگاؤ پیدا ہونے والی تمام بیماریوں حتیٰ کہ کالی کھانسی۔ مرگی۔ ہسٹریا

ماہوار کے بگاڑ وغیرہ میں کثیر ثابت ہوتی ہے اس کے باقاعدہ استعمال

سے آپ تھیل اور مرغین غذا میں جلد اور باسانی مہتمم کر لیں گے خون صالح

بافراط پیدا ہو کر جسم کا وزن بڑھتا جائے گا انشاء اللہ دل چاہے تو ایک

شیشی والا بکس مع محصول وغیرہ بہر یا دوشیشی والا بکس میں طلب فرما کر لیں

ملنے کا پتہ رانج کونی فیکٹری ملائیم ایم ایچ مسجد دیوان

ناصر علی مرحوم باغ قاضی لکھنؤ

رہایت سٹورٹ میں تشریف لائے

لاجواب یک پیٹری اور ہر قسم کے بسکٹ

لکھن، پاؤڈر ہر وقت ملتی ہے جیسے صبح سے بجے

شب تک بہترین چاہر وقت تیار رہتی ہے ایک مرتبہ تشریف

لا کر چائے نوش فرما کر ہماری صداقت کا امتحان فرمائیے!

# چند ضروری باتیں

مہتر حضرات اگر ان باتوں میں تو ہمارے بیان کا دلکش قوام منور کیا استعمال

کیجئے یہ قوام پان کو خوش ذائقہ بنیاد اور دھن کو معطر کرتا ہے اس کے علاوہ یہ دکان ایک

سریب کی ہے آپ صرف ایک بار بطور آزمائش دلکش قوام منگا کیے اگر پسند آجائے تو پھر

ہر شے منگا کیجئے۔ فی تولہ صرف بارہ آنہ علاوہ محصول آپ کو ہمارے بیان

ہر قسم کا معطر وکیل، تبا کو خور دنی بازار سے سستا مال عمدہ ملے گا۔

عطریہ ناز صرت پانچو پیہ علاوہ محصول ہر قسم کا دور و پیہ فی

تولہ سے چھ روپیہ تک ہر قسم کا تیل چنبیلی وغیرہ دور و پیہ سے

پانچ روپیہ سیر تک۔ تبا کو خور دنی ایک روپیہ دو آنہ سیر سے

چار روپیہ سیر تک موجود ہے صرف کونی چیز ایک بار منگا کر تجربہ

کر لیں۔ اودھ میرا ل چار روپیہ سیر علاوہ محصول

سول اینٹ۔ انظر برادر س چوک سبزینہ ڈی لکھنؤ

انظر حسین پروپر اسٹریٹ پر فیو مری بند مٹا کو وکس

وکٹوریہ اسٹریٹ دلالی محلہ لکھنؤ







سید ابوالحسن علی رضا علیہ السلام صاحب قلم و خط و کلام  
سید ابوالحسن علی رضا علیہ السلام



حضرت علامہ عرشی بدری (میرزا محمد کوفی)  
(جن کا گزشتہ سال ماہ دسمبر میں بمقام چہرہ انقلاب ہو گیا)



جناب حکیم سید محمد علی حسین صاحب



سید عیسیٰ عباسی رضوی چھوٹی

جو نظارہ کے خاص مہمurdوں میں ہیں













